رجسٹرڈ ایل ۴۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

قیمت پیشگی سالانہ عام سے عہ خواص اور معاونین سے عـہ ہندوستان سے باہر عہ

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

الحکم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ

کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَاِمَامُکُمْ مِنْکُمْ

نمبر ۴۵ | دارالامن والامان قادیان ۱۰ دسمبر سنہ ۱۹۰۱ء | جلد ۵

کلمات طیبات

حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

تتمہ

گناہ سوز فطرت کیسے ملے

بلکہ اس کا مفہوم یہی ہے کہ خدا کو ڈھونڈنے والوں کے دل نشانات سے ایسے منور کیے جاتے ہیں کہ وہ خدا کو دیکھ لیتے ہیں اور اسکی عظمت و جبروت کا مشاہدہ کرتے ہیں یہانتک کہ دنیا کی ساری عظمتیں اور بزرگیاں انکی نگاہ میں ہیچ ہو جاتی ہیں۔

اور اگر خدا کو دیکھنے کی آنکھیں اور اسکے دریافت کرنے کے حواس سے اس دنیا میں اسکو حصہ نہیں ملا تو اس دوسرے عالم میں بھی نہیں دیکھ سکے گا۔

پس اللہ تعالے کو جیسا کہ وہ ہے کسی غلطی کے بدون شناخت کرنا اور یہی دنیا میں سمجھے اور صحیح طور پر اسکی ذات و صفات کی معرفت حاصل کرنا ہی تمام روشنیوں اور برکتوں کی کلید ہے۔ اسی سے وہ

آگ پیدا ہوتی ہے جو پہلے انسان کی گنہگار حالت پر موت وارد کرتی ہے اور اسکو جلا دیتی ہے اور پھر اسکو نور عطا کرتی ہے جس سے وہ گناہ کو شناخت کرتا اور اسکی زہر پر اطلاع پاکر اس سے ڈرتا اور دور بھاگتا ہے۔ پس یہی وہ دو قسم کی آگ ہے جو ایک طرف گناہ کو جلاتی اور دوسری طرف نیکیوں کی قدرت عطا کرتی ہے۔ اور اسکا نام جلال اور جمال کی آگ ہے۔

کیونکہ گناہ سے تو جلالی رنگ اور ہیبت ہی سے بچ سکتا ہے جب یہ علم ہو کہ اللہ تعالے ہر گناہ کی سزا میں شدید العذاب ہے اور مالک یوم الدین ہے تو انسان پر ایک ہیبت سی طاری ہو جائیگی جو اسکو گناہ سے بچائیگی۔

اور جمال نیکیوں کی طرف جذب کرتا ہے جبکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالے رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہے رحمٰن ہے رحیم ہے تو بے اختیار ہو کر دل اسکی طرف کھنچا جائے گا۔ اور ایک سرور اور لذت کے ساتھ نیکیوں کا صدور ہونے لگے گا۔

جیسے چاندی یا سونے کے صاف کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ اسے کٹھالی میں ڈالکر خوب آگ روشن کی جاوے جس سے اسکا وہ سارا میل کچیل جو ملا ہوا ہوتا ہے فی الفور الگ ہو جاتا ہے اور پھر اسکو عمدہ اور خوبصورت زیور کی شکل میں لانے کے واسطے جو کسی حسین کے لیے بنایا جاوے اس بات کی ضرورت ہے کہ پھر آگ دیکر اسے مفید مطلب بنایا جائے۔

جب تک وہ ان دونوں آگوں کے بیچ میں رکھا نہ جائے وہ خوبصورت اور درخشاں زیور کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ اسیطرح انسان جب تک جلالی اور جمالی آگ میں ڈالا نہ جاوے وہ گناہ سوز فطرت لیکر نیک بننے کے قابل نہیں ہوتا۔

اس لیے پہلے گناہ جلایا جاتا ہے اور پھر جمالی آگ سے نیکی کی قوت عطا ہوتی ہے اور پھر فطرت میں ایک روشنی اور چمک آتی ہے جو نیکی اور بدی میں تمیز کرکے نیکی کی طرف جذب کرتی ہے۔ اسوقت ایک نئی پیدایش ملتی ہے۔

سورۃ الدھر میں اس پیدایش کی حالت کا بیان کا ضروری اور زنجبیلی شربت کی مثال سے

جاتے ہیں۔ **ندوۃ العلما** بھی خدا کیلئے
غور کرے کہ کیا اسکا پاؤں بھی اُن ہی آثار پر پڑا
ہے جو ایجوکیشنل کانفرنس یا علیگڈھ اسکول کے
رہرو زمین پر لگا گئے ہیں یا اس بزرگ انجمن نے
کوئی اور راہ اختیار کی ہے۔ اور اگر کوئی اور راہ
ہے تو وہ کیا ہے۔ میں انکو اور تمام سچے
مسلمانوں کو توجہ دلاتا ہوں ہیں **اعلان**
کے مقصد سوم و چہارم و پنجم و ششم کیطرف
جو ندوۃ العلما کیطرف سے ۲۰ نومبر ۱۹۰۵ء میں
شائع ہوا۔ مقصد سوم ندوہ کی عبارت یہ
ہے۔ "اخلاق نبوی کی کامل تعلیم و تربیت
کی جائے جس سے ہمارے اطوار اور چال
چلن درست ہوں آپس کی پھوٹ کی جگہ محبت
شفقت سے کام لیا جائے۔" (۴) فروعی
اور جزئی اختلاف جس نے اسلام کی مضبوط
اور مستحکم عمارت کی جڑ کھوکھلی کر دی مہذب
الفاظ اور مہذب پیرایہ میں ظاہر کیا جائے
(۵) احقاق حق اور ابطال باطل نہایت
نرمی اور سہولت سے کیا جائے فتنہ اور
فساد کی نوبت نہ آئے۔ (۶) "وہ خطہ
جہاں اسلام کا نور دھندلکے میں پڑا ہوا
ہے اور جہاں اسلام کی حقیقت اور حقانیت
سے لوگوں کے دماغ ابتک منور نہیں
ہوئے وہاں دکھایا جائے کہ اسلام کیا
ہے اور اس کے فیوض و برکات کیا ہیں"
کیا یہ باتیں اور یہ مقاصد سرسبز ہو سکتے
ہیں ان کو بیروں سے۔ اور ان خود تراشیدہ
منصوبوں سے جو اختیار کیے گئے ہیں۔
اخلاق نبوی کس ذریعہ اور واسطہ سے
سکھائے جائیں۔ کون مرد مزکی اور مطہر اور
صاحب قوت قدسیہ اور صاحب نشان
و علامات ہے جو ان اخلاق کو سکھائے
کیا ممکن ہے کہ ان اخلاق سے متخلق ہوئے
بغیر اور ان صفات کاملہ حسنہ سے متصف
ہوئے بدون کوئی دوسروں کے تزکیہ اور
تعلیم کا متکفل ہو سکے۔ اخلاق میں وہ سب
شعبے داخل ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات پاک میں دکھائے گئے اور جو قوم
بننے کیلیے ضروری اور بنیادی پتھر تھے۔
اور جیسا ہم بیان کر چکے ہیں آپ کو علمی اور عملی
رنگ میں خدائے حکیم نے وہی اخلاق اور
صفات بخشے جو اس جہان کے انتظام اور
اصلاح کے ضروری اور دوسرے عالم کی
تیاری اور اہلیت کے حاصل کرنیکے لیے
موزوں اور مناسب تھے۔ اب بڑا سوال یہ ہے
کہ ندوہ کنکو یا کسکو پیش کرتا ہے جو محمدیت
کے بروز اور مظہر ہونے کا مدعی ہے۔
اور اگر یہ اصطلاح گراں معلوم ہو تو یوں سہی
کہ آپکا سچا خلیفہ کونسا ہے جسے پیش نظر
رکھکر ندوہ کو امید دلائی گئی ہے کہ وہ مقصد
اس سے حاصل ہو جائے گا۔ فروعی اور جزئی اختلافات
اور نزاعیں مٹائی جائیں۔ یہ کیونکر اور کس ذریعہ
سے یا کس کے ذریعہ سے۔ کیا کوئی ایسی پر رعب
مگر دلکش آواز رکھتا ہے جو قوم کے خطرناک
جھگڑے و نہیں بہت جلد دور کر رہے گی

أرالی الجاهلین وتافیکم

اور اس آواز کے سنتے ہی سب جوش سرد
پڑ جائیں اور تلواریں میانوں میں کر لی جائیں کو
مفارقت اور مباغضت معانقہ اور مصافحہ
سے بدل جائے۔ عادت اللہ نے دکھایا ہے
کہ ایک وجود مفترض الطاعت اور مطاع
باذن اللہ کے سوا کبھی اس آگ پر پانی نہیں پڑا
جسنے کبھی ہزاروں شاندار قوموں کو راکھ کر ڈالا
تھا اور اب پھر ہماری قوم کے خرمن میں لگ
رہی ہے۔ بہتوں نے مُنہ کی پھونکوں سے
اور بعضوں نے آستینوں سے اس آگ کو
بجھانا چاہا مگر خدا کا قانون قدرت کسی کیلیے
کیونکر بدل جاتا۔ وہ کیونکر بجھتی جب تک
آسمانی پانی اسپر نہ پڑتا جسکی فطرۃ آتش
کشی کے لیے بنائی گئی ہے اور جسکے برسنے
کے بعد سچی اور صاف آواز آتی ہے و
کنتم علی شفا حفرۃ من النار
فانقذکم منہا۔ اور فاصبحتم
بنعمتہ اخوانا۔ یاد رکھو اگر آج زہر
وہی پھیلی ہوئی ہے۔ اگر وہی مفاسد و عیوب
قوم میں پیدا ہو گئے ہیں جو اسوقت تھے
جبکہ پاک اور مقدس ہادی (صلی اللہ علیہ وسلم)
مبعوث ہوا تو آج بھی پھر اسی کے دوبارہ
آنیکی ضرورت ہے۔ پھر اسی سلسلہ کی ضرورت
ہے جو اسوقت اصلاح قوم کیلیے قائم ہوا
اور جس نے اپنی عملی کامیابی پر مہر لگا دی۔
عجیب بات ہے اور ہمارے علما پر اور بھی
تعجب ہو کہ وہ کیوں اس سہل بات کو نہیں
سوچتے کہ اتنا تو تسلیم کر چکے ہیں کہ اس
جاہلیت نے پھر دوبارہ دنیا میں سر نکالا ہے مسجد
اور خانقاہوں میں عجائب خانہ کیطرح انسانوں
کے ڈھیر جمع ہوتے ہیں مگر روح نہیں۔ خدا
تعالی پر وہ ایمان نہیں۔ وہ راستی اور تقوی و طہارت
نہیں۔ وہ شریعت حقہ کی پابندی نہیں۔ بے
باکی۔ اباحت۔ دہریت اور فسق کا مرض عالمگیر
وبا ہو رہا ہے پھر باوجود ان بات کے تسلیم کرنے
اور مرض تشخیص ہو جانیکے اسکا علاج کیوں کیا جاتا
ہے۔ کیوں اسی پہلے نسخہ کیطرف توجہ نہیں
کیجاتی۔
اور اگر یہ مقصود ہے اس اختلاف کو مٹانے سے
کہ سب لوگ نفاق اور مداہنہ سے زندگی بسر کریں
اور عقائد اور ایمانیات کی عصبیت اور جوش کی
گردن ماریں۔ ایک محمود آباد کا راجہ سینہ میں
خدا کے قدوسیوں کا بغض اور عداوت اور
جوش بھرا لیکر ندوہ کا پریزیڈنٹ ہو اور
وہاں ان قدوسیوں کے ذکر سے زبان
آشنا نہ ہو تو کامیابی معلوم۔ بڑی غلطی ہے
یورپ کی نظیر کو پیش کرنا۔ ان لوگوں کا مسلک
اور ہے اور تمہارا معاملہ جنکو روشن کتاب اور
باہرہ حجت دیگئی اور ہے تم اس کتاب کے
اصول کو قائم کرنے اور نبی کریم کی عزت کو
بحال کرنے کے بغیر کبھی سرسبز ہو سکو گے۔
ان بہروپیوں اور نقالیوں سے یقیناً خدا
کا غضب اور بھڑکے گا۔ سب سے پہلے مداہنہ کی تہ میں
پڑ کر عمل کرنیکا میلان اس شخص میں پیدا ہونا
چاہیے تھا اور تمہارے علمی زعم کے موافق
اسے ضروری تھا جسکو غیور خدا نے کہا
ودوا لو تدھن فیدھنون۔
میں ندوہ کے اس عاملانہ فقرہ کا مطلب
سمجھ نہیں سکا کہ "فروعی اور جزئی اختلاف
کو مہذب الفاظ اور مہذب پیرایہ میں ظاہر
کیا جائے"۔ مسلمانوں کے عقائد اور
مذہب اور ایمان کی دونوں نکی ہوئی
باتو نیز کچھ کہا جائے اور پھر ایک قوم
بنجائیں اور اشتعال میں نہ آئیں۔ یا
منت سماجت کر کے اور ماتھے جوڑ کے
ہر ایک مذہب اور مشرب کو کہدیا جائے
کہ عیسی بدین خود موسی بدین خود۔ وہ
کون سے الفاظ ہیں اور مہذب الفاظ
جنسے مثلاً منکران ختم اخفا کو سمجھایا جائے

کہ تمہاری راہ درست نہیں یا فریق ثانی کو
کہا جائے گا کہ امامت بلافصل لاریب حق
حضرت علی کا تھا مگر وہ ناتوان تھے لیکن
تھے ناچار انکا حق غصب کیا گیا۔ اور ایسا ہی
مقلدوں اور غیر مقلدوں کے نزاع کا
فیصلہ کیا جائے گا۔ اور وہ کونسے
مہذب الفاظ ہیں مثلاً جنکی وساطت
سے بڑی ملائمت اور ملاطفت کے ساتھ
ایک خوفناک سکول کی پیرو یا مداح
ذریت کو کہا جائے گا کہ نماز وقتی کی پابندی
ضروری شے ہے اور روزے خدا تعالیٰ
کا فرض ہے انسان مسلم پر۔ اور یہی طہارت
اور تقویٰ اور خشیت اور انابت ایک
مسلمان کا تمغہ ہیں۔ یہ اباحتی اور بیقید
زندگی جو تمنے اختیار کر رکھی ہے اور
صورت و سیرت سنت حقہ محمدیہ کے خلاف
بنا رکھی ہے یہ مناسب نہیں۔ میں یاد ہے
ندوہ کے محترم علما سے پوچھتا ہوں
کہ وہ اسلوب اور منہاج تو ازراہ کرم
بیان فرمائیں جن سے وہ فروعی اور
جزئی اختلاف کو مٹائیں گے۔ کیا اس
لفظی تجویز کو پیش کرنے اور اس کے
وقت انکی ضمیروں نے یقین کر لیا
کہ یہ مبارک تجویز ہے اور ضرور عمل
میں آ جائے گی اور اس تاریکی کے وقت
میں یہ تجویز نور کا کام دے گی۔ پھر
اس پیچدار بات کا مطلب سوا اس کے
کیا ہو سکتا ہے کہ جزئی فروعی اختلافات
کا مذکور ہی درمیان نہ آنے پائے
مگر یہ ناممکن ہے اور ایک حد تک ناممکن ہی
پھر کیا ندوہ یقین کرتا ہے کہ ایک عالم
یا عالموں کے اپنے منصوبے اور
جوش تو ایسے تتر بتر ہو چکے ہوئے
گلہ کو ایک میدان میں ایک عصا کے
پیچھے فراہم کر لیں گے۔ اور کیا کوئی اسکی
نظیر ہے اسلام اور مسلمانان کی تاریخ میں
بجز اُس مبارک قرن کے جس میں
لامعلوم زمانوں کے مختلف الآرا
دشمن جانی دوست بنگئے۔ اور اگر واقعی
یہ احساس ندوہ کے درد مند دلکو
ہوا ہے کہ اس اختلاف سے اسلام
کی جڑ کھوکھلی ہو گئی ہے تو اس کے

علاج اور تدارک آفات کے لیے
سچی اور حقیقی راہ پر قدم مارنے کی
فکر کرے۔ اور اگر علیگڈھ کے کالج
کی طرح رزق و نوش بازی ہی مقصود ہے
تو وہ جانے اور اُسکا کام۔ پانچواں
مقصد بھی میں نہیں سمجھ سکتا کہ جذبات
کے مغلوب اور پُر جوش لوگ کیونکر
اس کام سے عہدہ برآ سکتے ہیں۔ اس
مقصد کا اور چھٹے مقصد کا انجام اور
مطلب ایک ہی ہے۔ احقاق حق
اور ابطال باطل کیا شے ہے اور کن
ذریعوں سے ہو سکتا ہے ندوہ نے
بیان نہیں کیے۔ اور ممکن ہے بلکہ
یقین ہے کہ ان مشکلات پر کبھی غور
بھی نہ کی ہو گی جو اس راہ میں راست
بازوں کو پیش آتی ہیں۔ آج وہ کون
حق ہے جسے وہ پیش کرنا چاہتے
ہیں اور وہ کونسا باطل ہے جسکو مٹانا
اور نابود کرنا چاہتے ہیں۔ سب سے
بڑا اور اعلیٰ حق یہی ہے کہ خدا کی
صفات کاملہ میں کسی مخلوق کو شریک
نہ سمجھا جائے۔ اور خاتم النبیین صلی
اللہ علیہ وسلم کی شان کو خدا کے
بعد تمام مخلوقات سے برتر مانا جائے۔
لا انتہا مسلمانوں نے حضرت عیسیٰ کو
ابدی زندہ اور محیی اور ممیت اور خالق
اور عیب دان خدا تعالیٰ کیطرح مان
رکھا ہے اور یوں انکی الوہیت کو تسلیم
کر کے نصرانیوں کی شرک عظیم کی مدد
کر رہے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی سخت اہانت اور تذلیل کی جاتی ہے
کہ وہ مردہ زیر زمین مدفون ہیں اور
حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ موجود ہیں
عیسائیوں کے ہاتھ میں یہ کاری حربہ
خود مسلمانوں نے دیا ہے جس سے
عیسائی انکو ذبح کر رہے ہیں۔ چنانچہ
تھوڑے دن ہوئے لاہور کے لشپ
بہادر نے اپنے ایک لیکچر میں جس کے
سامعین سیکڑوں مسلمان تھے مسلمانوں
پر خود انکے اس مسلمہ مسئلہ سے حجت ملزمہ
قائم کی اور کہا کہ ایک مٹی میں مل گئے ہوئے
انسان ہیں اور آسمان بلند پر بیٹھے ہوئے

وجود میں کوئی فرق بھی تو ہے؟ اور آخر
اس سے مسیح کی الوہیت پر اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر استدلال کیا
اور اس اعتقاد کے رکھنے والوں میں سے
ایک نے بھی اُٹھکر اُس کے دانت نہ توڑے
اور مسیح کی عزت اور رسول کامل خاتم
النبیین کی ذلت کو شیر مادر کیطرح پی گئے
ہاں تو کیا ندوہ تیار ہے کہ اس حق کا احقاق
کرے۔ اور بڑا باطل اسوقت حضرت مسیح
کی زندگی کا اعتقاد ہے جس سے کروڑوں
آدمیوں نے انہیں خدا بنا رکھا ہے
اور اس اعتقاد کی اشاعت میں حد سے
زیادہ جوش اس انسان کی پرستار قوم کے
دل میں ڈالا گیا ہے۔ سب سے بڑا فتنہ جسکی
نسبت قرآن نے کپکپا دینے والے الفاظ
میں خبر دی ہے تکاد السموات یتفطرن
منہ و تنشق الارض و تخر
الجبال ھدا ان دعوا للرحمٰن
ولدا۔ اور بڑا بھاری مفسدہ جسنے
پاکیزگیوں اور نیکیوں یا بیوں کو کر اسلام
کی جڑ کھوکھلی کر دی ہے یہ فتنہ عیسیٰ
پرستی کا ہے اور اسکی جڑ ہے عیسیٰ
کی زندگی یعنی جسد عنصری کے ساتھ
زندہ آسمان پر جانا اُسکا مان لینا۔ اسکی
جڑ کاٹنا اسلام کو سرسبز کرنا اور مسیحکو
مردہ ثابت کرنا اسلام میں تازہ روح
پھونکنا ہے۔ کیا ندوہ واقف نہیں یا
کم سے کم کوئی ایک فرد اُسکا تو ضرور
واقف ہوگا کہ چھ کروڑ سے زیادہ
رسالے اور کتابیں عیسیٰ پرست یا
مردہ پرست قوم نے اسلام اور پیغمبر خدا
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین و تذلیل
و تفسیق میں لکھی ہیں اور یہ دجل اور
سفید جھوٹ کنواریوں کے خدروں
تک میں داخل ہو گیا ہے۔ اور ایک
آشوب رستخیز اس سے برپا ہو گیا ہے
کیا ندوہ اس باطل زہریلے سانپ کا
سر کچلنے کو تیار ہے۔ پھر بہت عظیم
الشان حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات میں
کوئی نقص اور عیب روا رکھا نہ جائے۔
اُسکی پاک ذات کی نسبت اعتقاد رکھا جائے
کہ وہ ہمیشہ سے متکلم اور مدبر بالارادہ

اور متصرف اور سمیع و بصیر ہے۔ اُسکی صفت تکلم پر کسی زمانہ میں مہر نہیں لگ سکتی اس لیے کہ یہ اُسکی شان میں منقصت کو روا رکھنا ہے۔ اُس نے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کی دعا میں صاف اشارہ فرمایا ہے کہ منعم علیہم جماعت کے تمام کمالات کے دروازے سدا کھلے رہینگے اور تاکید فرمائی ہے کہ سب مسلمان یہ دعا مانگا کریں۔ اور بڑا انعام اُسکا وہ فیوض اور برکات ہیں جنکا نام ہے مکاشفہ اور وحی اور رویاء صادقہ اور یہی ورثہ ہے اُن لوگوں کی جنپر انعام کیا گیا۔ اگر ایکطرف تو ان فیوض پر مہر لگ چکی تھی اور خدا تعالے کی وہ صفات اُس حد تک پہونچکر ساکن ہوگئی تھیں تو پھر یہ دعا نعوذ باللہ ایک دھوکا اور جھوٹے دل خوش کن الفاظ سے زیادہ نہیں ہوگی اور یہ منقصت ہے صفات باری تعالے میں۔ اور یہ اعتقاد کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی اور اُس کے ساتھ آپ کے تمام فیوض اور برکات بھی منقطع ہوگئیں اور آئندہ کے لیے نعوذ باللہ دوسرے لوگوں اور مذہبوں کیطرح آپ کی نبوت بھی مرگئی اور آپ کی صفات عالیہ اور برکات ہمیشہ کی قائم مقامی یا ظلی و بروزی کی راہ بالکل مسدود ہوگئی اس دعا اھدنا الصراط المستقیم کی تکذیب ہوگی اور خدا تعالے کی پاک اور کامل صفات کی سخت ہتک ہوگی اور بڑا بھاری حق یہ ہے کہ خدا تعالی کے ملائکہ واقعی خارج میں ایک مخلوق ہے جسے خدا نے ایمانیات میں داخل کیا ہے اور جبرئیل علیہ السلام ملکہ انسانی یا ایک قوت قوائے انسانی میں سے نہیں بلکہ ایک علیحدہ مخلوق ہے اور قانون قدرت کیموافق خدا کے یہ وسائط ہیں اور یہ روحانی وسائط ایسے ہی ہیں جیسے جسمانی عالم میں خدا کے فیوض اور فضلوں کے پہونچانے کے لیے قوائے طبعی مثلاً چاند سورج ستارے اور دیگر مادی اشیاء وسائط ہیں اور یہ وسائط خدا تعالی کی صفات کاملہ اور توحید کی شان پر کوئی زد

اور حملہ نہیں۔ اور بڑا حق یہ ہے کہ دعا حق ہے اور ایک سبب قوی ہے منجملہ اُن اسباب کے جو مقاصد و مطالب کے برلانے کے لیے خدا تعالی نے حسب قانون قدرت بنائے ہوئے ہیں۔ اور وہ لاریب ایک علت قویہ ہے معلولات کے لیے۔ اور بقول ایک سطحی خیال کے نیچری آدمی کے نری خوش کن خشک عبادت نہیں۔ اور مثلاً بڑا حق یہ ہے کہ خدا کے مرسلوں اور ماموروں اور مبعوثوں کی صدق کے بڑے بھاری نشان اور علامات معجزات اور خوارق آیات ہیں اور وہ ہیں اقتداری پیشگوئیاں جو علوم غیبیہ پر مشتمل ہوتی ہیں اور بے ان کے خدا کا مخفی اور نہاں در نہاں چہرہ اس جہان میں کبھی نظر نہیں آسکتا۔ کیا ندوہ تیار ہے کہ اس حق کا احقاق کرے اور اس حق کے مبطلوں کا سر کچلے۔ بہت خوب اگر ایسے بھاری کام کا بیڑا ندوہ نے اٹھایا ہے تو خدا مبارک کرے مگر پھر سوال یہ ہے کہ کیا دکھا کر احقاق حق اور ابطال باطل کرینگے اور آج علماء ہیں جہاں اینک اسلام کا نور نہیں گیا کوئی فضیلت اسلام کی اور دوسرے مذاہب باطلہ اور ہمیں مابہ الامتیاز پیش کرینگے۔ تمام مذاہب باطلہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اُنکے مذاہب اور مذاہب کے انصار و خدام اقتداری نشان دکھلانے سے قاصر ہیں اور وہ اسی یقین کو شائع کرتے ہیں کہ خوارق عادت کا وجود پچھلے زمانوں کے لیے تھا اب نہ کوئی اُسکی ضرورت ہی اور نہ کسی میں قدرت ہے۔ اور افسوس تمام مسلمان بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ کمالات نبوت سبھی ختم ہو گئے۔ اب نہ تو غیب کے حقائق پر مشتمل اقتداری پیشگوئی کوئی کرسکتا ہے اور نہ ہی اسکی راہ مفتوح ہے۔ خدا کی صفت کلام اور وحی اور الہام پر مہر لگ چکی ہے۔ ایک نیچری پیر مرد جیسے ہی حقیقت حقہ سے منکر ہے جو کہتا ہے کہ کمالات نبوۃ میں کسیکو سچا جانشین ماننا شرک فی النبوۃ ہے ویسے ہی اہل حدیث اور دیگر مسلمان قولاً یا عملاً اس کے

منکر ہیں۔ دوسرے مذاہب مثلاً عیسائی اور آریہ بھی اپنے مذہب کی صداقت اور حقیت کے لیے دلائل دیتے اور ہزاروں صفحے سیاہ کرتے ہیں اور تقریر و تحریر میں بھی انکی زبانیں تھکنے میں نہیں آتیں۔ اسی طرح مسلمان بھی لفظی دلائل اور مباحث پر اکتفا کرنے کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں رکھتے۔ اب سوال یہ ہے کہ اسلام میں اور ان مذاہب میں مابہ الامتیاز کیا ہے۔ جیسے وہ بے فیض اور خشک اور بے برکت وہ مذاہب باطلہ ہیں ویسا ہی اس رنگ میں اسلام ہوا۔ ایک ہی مابہ الامتیاز تھا یعنی زندہ خدا کا زندہ نشان جس کے دکھانے کی توفیق باطل کے پرستار ہاتھوں کو کبھی نہیں دیگئی اور نہ دیجاوے گی۔ جیسا کہ خدا کی پر حکمت کتاب فرماتی ہے عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول

اب میں ندوہ سے بادب عرض کرتا ہوں کہ کیا آپ یورپ میں سید احمد خان والا اسلام پیش کرینگے جسمیں خدا کو محض عضو بیکار اور معطل دکھایا گیا ہے۔ تقدیر کا انکار۔ دعا سے انکار۔ ملائکۃ اللہ سے انکار اور خدا کی پیشگوئیوں اور خوارق عادات سے انکار ہے۔ اور قرآن کریم کو ایک روکھی اور پھیکی کتاب ثابت کیا گیا ہے۔ یا کیا آپ اہل حدیث والا اسلام پیش کرینگے جیسا کہ اہل حدیث کے ایک ایڈووکیٹ نے لاہور کے جلسہ اعظم مذاہب میں کہا اور افسوس سے اعتراف کیا کہ اب اسلام میں کوئی ایسا شخص نہیں جو کوئی مقتدرانہ نشان دکھا سکے اور خوارق عادات امور اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں۔ اسطرح اُس نے اسلام کو بالکل بے برکت اور بے اثر ثابت کیا۔ یا آپ ان سجادہ نشینوں اور فقراء اور صوفیوں کا اسلام پیش کرینگے جنہوں نے باوجود اقرار کرنے ختم نبوت کے ہزاروں نبوتیں تراش لی ہوئی ہیں اور خاتم النبیین کی سنت ثابتہ صحیحہ حقہ کو

کو چھوڑ کر لا انتہا بدعات کے بتوں کو
سجدہ کر رہے ہیں۔ پھر میں باادب پوچھتا
ہوں کہ از راہ کرم اتنا تو فرمائیں کہ وہ
کونسا مابہ الامتیاز نور آپ کے پاس ہے
جسے لیکر آپ ان خطوں میں جائیں گے
جہاں ابتک اسلام کا نور نہیں پہونچا
اور لوگ شناخت کرلیں گے کہ آپ لا
ریب ایک صادق اور زندہ اور بابرکت
مذہب لائے ہیں اور یقین کرلیں گے کہ
ان کے مذاہب اس کے مقابل مردہ
اور لاشے ہیں۔ ہاں تو کیا ندوۃ العلما
تیار ہے کہ اس حق کا اعتراف کرے۔
اور اس کے لیے سچے وسائط اور راہیں
ڈھونڈھے اور غور کرے کہ یہ نور اور
یہ ہتھیار کس سراج منیر اور کس مخزن
سے مل سکتے ہیں۔ ندوہ کو معلوم ہوگا
کہ آجکل امریکہ میں ایک شخص جان الگزنڈر
ڈوئی نام یہ دعوی کرتا ہے کہ وہ الیاس
ہے وہ دوا کا منکر ہے۔ اسکا گمان
ہے کہ وہ دعا سے لوگوں کو اچھا کرتا ہے
وہ اپنے اخبار اور رسائل میں جن کے
بہت سے نمبر ہمارے پاس موجود ہیں
ہزاروں آدمیوں کی شہادتیں درج کرتا
ہے جو اس کے زعم میں اسکی دعا کے
وسیلہ مختلف بیماریوں سے اچھے ہوئے
یہ شخص دوسرے عیسائیوں کیطرح بڑا
ظالم مشرک ہے اور مردہ خدا کی الوہیت
اور کفارہ کیطرف دعوت کرتا ہے اور
اور اپنے باطل کو زینت دار الفاظ سے
سجاتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ بیماریاں
بھی وہ پیش کرتا ہے جو نہایت خفیف
اور آسان علاج پذیر ہیں اور اپنی دعا
کو انکا چارہ کار بتاتا ہے۔ اب کون
فیصلہ کرے کہ فلاں شخص درحقیقت
اس کی دعا سے اچھا ہوا یا یوں ہی خود
بخود صحت یاب ہوگیا۔ اب اس قوم
کے باطل کا ابطال کس ذریعہ سے ہوسکتا
ہے اور کونسا مذہب حق ان کے مذہب
کے مقابل پیش کیا جا سکتا ہے جس کی
نسبت صریح دعوی ہوسکے کہ یہ واقعی
مذہب حق ہے اور اسکی سچائی کا پیمانہ
اور نہیں اور اسکے غیر میں یہ مابہ الامتیاز نہیں

اسکا جواب بجز اسکے اور کچھ نہیں ہوسکتا
کہ مقتدر خدا کا زندہ طریق ثابت کرنے
کے لیے ازبس ضروری ہے کہ یہ دکھایا
جائے کہ اس کے فیوض اور برکات
زندہ اور دائمی ہیں اور اس امر کا ثبوت
بجز اقتداری اور قاہرانہ پیشگوئیوں
اور خوارق عادت امور کے اور کچھ
نہیں۔

کیا **ندوہ** کے علم میں کوئی ایسا
شخص ہے جو یہ دعوی کرتا ہے کہ اسلام
زندہ مذہب ہے۔ اسلام کا خدا زندہ۔
اسلام زندہ۔ اسلام کا نبی کریم زندہ۔
اسلام کا مرکز بیت اللہ زندہ۔ اسلام
کی بولی عربی زندہ۔ قرآن نے جو معجزات
اور خوارق اور پیشگوئیوں کا علم بیان
کیا ہے اسکا سلسلہ ابتک زندہ ہے
اور قیامت تک زندہ رہے گا۔ یہ
بات کسی کتاب کے مردہ اور بے برکت
اور منسوخ و مجذوم ہونے کے نشانوں
سے ہے کہ اس کے مندرجہ معجزات
اور خوارق بطور قصہ اور کتھا کے رہگئے
اور اب ان کا نمونہ دنیا میں موجود نہیں
اور درحقیقت قابل تمسخر اور ہنسی کے
وہ مذہب اور کتاب ہے جو یہ دعوی
کرے کہ اس کے برکات پہلے تو تھے
مگر پھر بند ہوگئے ہیں۔ اور اسوقت
نہ تو کوئی موجود ہے اور نہ ایسا شخص
کبھی پیدا ہوسکتا ہے جو ان برکات اور
انعامات کا حصہ دار ہو اور دوسروں کو
دے سکے اور دشمنان اسلام کو دکھا سکے
جو پہلے راستبازوں کو دی گئیں۔ افسوس
رونے اور دانت پیسنے کا مقام ہے
کہ ایک مردہ اور جلد فنا ہوجانیوالی
اور منسوخ ہو جانے والی کتاب توریت
کے اتباع اور فیض تعلیم سے بیسیوں
راستباز اور منعم علیہم موسی (علیہ السلام)
کی مانند ہوئے اور خدا نے ان سب
برکات و فیوض کا وارث انہیں کیا جو
حضرت موسی کو دی تھیں۔ مگر خاتم النبین
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
انفاس قدسیہ اور خاتم الکتب قرآن کریم
کی یہ تاثیر اور یہ برکت کہ بدقسمتی سے وہ

سارا سلسلہ ہی ختم ہوگیا اس لیے کہ نبوت
پر مہر لگ گئی۔ اور اسطرح وحی کا تار بند
ہوگیا۔ پیشگوئیوں اور خوارق عادات کا
اظہار بند ہوگیا۔ **مصالح الٰہیہ** سے
شریعت تو تکمیل پاکر ختم اور بند ہوچکی
تھی اور ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا مگر انعامات
اور برکات اور فیوض پر کیوں مہر لگ
گئی۔ اللہ اللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
خاتم النبین کیا ہوئے آپ کے ساتھ ہی
سارا تانا بانا فیوض و برکات کا ادھڑ گیا
اس صورت میں خدا تعالے کے اس قول
کے **انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون**
کیا معنے ہوئے۔ کیا آپ حفاظت سے
لفظوں کی حفاظت مراد لیتے ہیں اور
اس سے آگے تجاوز نہیں کرتے۔ اگر یہی
مراد ہے تو وہ موجود ہے پھر اس کے
ہوتے قوم کیوں بگڑی اور کیوں لفظوں
کی ذاتی تاثیر نے خود بخود قوم پر وہی
اثر کیا جو اسوقت نظر آگیا اور ایک
زمانہ اس کا گواہ ہوگیا جبکہ قرآن کے
عمل کا نمونہ صاحب کشش وجود موجود تھا۔
ایسا نہیں بلکہ حفاظت سے مراد اس کی
صورت اور سیرت۔ الفاظ اور معانی اور
برکات اور تاثیرات اور فیوض سب کی
حفاظت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب عام
میں انسانوں کی ایسی حالت ہوجائے
کہ باریتعالی کی ہستی کا انکار ہو جائے
اس کی صفات پر اعتراض ہوں۔ اور
زمانہ پر فسق اور فجور اور بطلان اور شیطان
کا پورا سایہ پڑجائے اور تمام صداقتیں
اور حقائق حقہ استخفاف اور انکار کی نگہ
سے دیکھے جائیں اور پست ہمت سفیہ
دشمن قرآن پر اور حامل قرآن پر زبان
طعن دراز کریں اسوقت ایسا آدمی
ضرور مبعوث ہوگا جو باطل کے ہر قسم کے
حملہ کو دفع کر دیگا اور اسلام کی کھوئی
ہوئی عزت کو بحال کریگا۔ اور یہی اس ذکر کی حفاظت
ہوگی۔ الغرض میں پوچھتا ہوں کہ ندوۃ العلما
کوئی ایسا شخص دکھا سکتی ہے جسکو یہ
اقتدار بخشا گیا ہو۔ جسکے ذریعہ سے حق کا احقاق
اور باطل کا ابطال اور غیر ملکوں اور ملکوں
میں نور اسلام کا پہنچانا ہو۔ ایسے ہی شخص کا

کام ہے۔ خشک لفاظ اور بے برکت ملّا مولوی اور مبتدع صوفی کا تو کام نہیں۔ جب کہ زمانہ کے علم اور سیاسی میں ایسا شخص نہیں تو اُس نے ان نقائص کی ترتیب کیوقت کیا سوچا۔ کیا آج پر قناعت کر لی کہ شہر بشہر چند خشک اور بے برکت آدمیوں کا اکٹھا ہو جانا ہی اس کام کو پورا کر دے گا۔ افسوس ندوہ کی حقیقی ماں ایجوکیشنل کونفرنس نے بھی ان سترہ یا کم و بیش برسوں میں بیشمار رزولوشن پاس کیے اور بیشمار روپیہ برباد کیا مگر اصل مرض کی تشخیص اور حقیقی علاج کی تلاش میں ایک قدم بھی نہ اُٹھایا۔ قوم کو بیمار مانا اور مرض یہ قرار دیا کہ انگریزی اعلیٰ تعلیم کے نہ ہونے سے یہ مریض ہلاکت کے قریب آگیا ہے اسکا علاج علیگڈھ کالج یا ایسے انسٹیٹیوشن کے سوا نہیں۔ اور اسطرف کبھی التفات نہیں کیا کہ خدا کو ناراض کر کے۔ یعنی حجت نیرہ کے ہوتے ہوئے۔ قرآن کریم کے موجود ہوتے فسق و فجور کی راہوں کو اختیار کر کے اور شریعت حقہ کی پابندی سے منہ پھیر کر قوم کا یہ حال ہو گیا ہے اور ضروری تھا کہ ایسا ہوتا اس لیے کہ سورہ فاتحہ کے اخیر میں مغضوب علیہم کے لفظ میں اشارہ ہو چکا تھا کہ ضالین یعنی نصاریٰ کے استیلا اور فتنہ کیوقت مسلمانوں کی حالت علمی اور عملی اور اخلاقی اور سیاسی بالکل یہود کی حالت کے مانند ہو جائے گی۔ چنانچہ خدا کے زندہ کلام کی یہ پیشگوئی صاف طور پر پوری ہو گئی اور اب کون کہہ سکتا ہے کہ قوم کے ادبار اور نکبت کی حالت ہر رنگ میں مضروب الذلّۃ قوم یہود کی مانند نہیں غرض مادہ پرست اور بالکل رو بدنیا اور آسمان سے قطعاً منقطع قوم کی طرح محمڈن (اس بے ادبی اور گستاخی سے خدا کی پناہ) ایجوکیشنل کونفرنس علیگڈھ نے قوم کی تباہی محض زمینی اور مادی اسباب قرار دیے اور [illegible] پولیٹیشنوں کی طرح معمولی اور ظاہری علت پر سر جھکا دیا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ میں نے مختصراً بیان کر دیا ہے کہ جب تک قوم کو ایک ہی قبلہ کیطرف متفق کر کے متوجہ نہ کیا جائے اور سب سے پہلے یہ کام کیا جائے تب تک کچھ نہ ہوگا۔ اور میں نے دکھا دیا ہے کہ پہلے جب کہ یہ قوم بنی تھی تو کن ذرائع اور اسباب سے بنی تھی۔ اور اسکی اصلاح کے لیے کیا قانون بنایا گیا اور کیسا بابرکت اور زندہ نمونہ اُس قوم کے سامنے پیش ہوا اور اُس مقنن اور ہادی کو کیا صفات اور خصائص دیے گئے تھے جن سے قوم میں سچی اور لانظیر اطاعت کا مادہ پیدا ہوا۔ اگرچہ اسمیں ہر ایک بات طبعاً تفصیل اور بسط چاہتی تھی مگر مجھے مصلحت نے اختصار اور اجمال پر مجبور کیا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اس کے بعد ضروریہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ کارکنوں پر ایک مایوسی کا عالم طاری ہو سکتا ہے کہ اب کیا کیا جائے۔ اور قوم کی اصلاح کے لیے اُن صفات کا آدمی کہاں سے لایا جائے۔ لہذا میں زیادہ دیر تک کشمکش آمیز بیان کو معرض تحریر میں لانا نہیں چاہتا اور سنا دینا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق **منہاج نبوۃ** پر ایک سلسلہ قائم کر دیا ہے۔ یا صاف لفظوں میں یوں کہہ دیا جائے کہ جیسا کہ زندہ خدا کی زندہ کتاب قرآن حکیم نے سورہ جمعہ میں فرمایا تھا **وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ** الآیہ۔ یعنی وہ رسول پاک جو اُمیوں میں مبعوث ہوا اور اُن کا تزکیہ کیا اور کتاب اور حکمت انہیں سکھائی وہ ایک اور قوم کا بھی ویسا ہی معلم اور مزکی ہوگا جو ہنوز صحابہ میں شامل نہیں اور اس غرض کے لیے اس کی بعثت ثانی ہوگی۔ اب اس وعدہ کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا میں تشریف لائے ہیں یا یوں کہو کہ **حضرت غلام احمد قادیانی** کے بروز میں جلوہ گر ہوئے ہیں یا یوں سمجھلو کہ خداوند علیم حکیم نے

حضرت غلام احمد قادیانی کو وہی خوبو وہی برکات وہی انعامات اور وہی معجزات دیکر مبعوث فرمایا ہے اس لیے کہ زمانہ بگاڑ اور فساد میں ایسی اُسی پہلی حالت پر آگیا بلکہ زیادہ فساد کیطرف جھک گیا تھا اور اُسی تقلیب کی۔ اُسی قوت قدسی کی۔ اُنہی فیوض اور برکات کی۔ اُنہی معجزات اور خوارق عادات کی اور مقتدرانہ پیشگوئیوں کی ضرورت تھی اس لیے غیور خدا نے اُس پاک اصل کے سچے ظل اور خلیفہ کو جو اُسکی اتباع اور اُس کے نام میں فانی ہو چکا ہوا ہے اور اپنا کچھ نہیں رکھتا اور اُس کی تعزیز اور توقیر اور تبجیل میں رات دن کوشش کرتا ہے وہ ساری قدرتیں اور طاقتیں دیکر دنیا میں بھیجا تاکہ از سرنو خدا کی حمد سے دنیا بھر جائے اور زہریلے سانپ کی کچلیاں نکال ڈالی جائیں۔ سب سے پہلے اس شخص نے اور اسی نے یہ اصطلاح نکالی کہ جیسا خدا تعالے زندہ اور قیوم ہے قرآن کریم بھی زندہ اور مبارک ہے اور رسول کریم بھی زندہ رسول ہے۔ یعنی اسلام میں اور دیگر باطل مذاہب میں بڑا بیّن مابہ الامتیاز یہی ہے کہ جن قدرتوں اور طاقتوں اور معجزہ نمائیوں کا دعوی کسی زمانہ میں اُن مذہبوں نے کیا تھا اور اب وہ بیدست وپا اور بے برکت اور مردہ ہو گئے ہیں قرآن کریم کا حال اُن کے خلاف ہے۔ اسمیں یہ برکت اور تاثیر اور روح حیات ہے کہ جن کمالات اور اقتدارات کا دعوی اس کے برکات کی وساطت سے ایک زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا وہ تاثیریں اور برکات اور فیوض اور نشانات ابتک موجود ہیں اور وہ قرآن کے سچے متبع کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر نعوذ باللہ یہ بات نہ ہو تو پھر اسمیں اور دوسری مردہ کتابوں میں کوئی فرق نہ ہوگا یہ پہلا شخص ہے جسنے خدا کی اور تمام نبیوں کی اور نبیوں کی

خصوصیات کی یعنی وحی کی۔ مکاشفہ
کی۔ رویا صالحہ کی۔ استجابت دعا
کی۔ اور پیشگوئیوں کی کھوئی ہوئی
عظمت اور عزت بحال کی۔ اور
قرآن کی جبروت کا سکہ دنیا میں بٹھا
دیا اور سارے جہان میں ہزارہا
اشتہار دیے کہ اسوقت زندہ
مذہب صرف اسلام ہے اور اس
دعوے کے ثبوت میں وہ مخالفوں کو
تمام وہ برکات اور انعامات اور معجزے
دکھا سکتا ہے جو گذشتہ راستبازوں کو
دیے گئے اور اب بجز اسلام کے
اور کسی مذہب میں اُنکا نام و نشان
نہیں۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے
عیسائی مذہب اور دوسرے ایسے
باطل طریقوں کے استیصال کیلیے
یہ حربہ نکالا کہ زندہ اور سچی اور خدا کی
کتاب کا یہ نشان ہے کہ وہ دعوی
بھی آپ ہی کرے اور اُس دعوی پر
دلیل بھی اپنے اندر سے دے۔
اس سے انجیل کی۔ وید کی اور تمام
ایسی مردہ کتابوں کی عزت کی جڑ کٹ
گئی۔ یہ پہلا شخص ہے جسنے اسوقت
کی ساری قوموں پر نصرانیوں پر۔
آریوں پر۔ برہموؤں پر۔ نیچریوں
پر خدا تعالے کی حجت ملزمہ پوری
کی۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے اپنی
بیعت میں یہ عظیم الشان فقرہ رکھا
جو اُس کے ہر ایک پیرو کو اقرار بیعت
کے وقت مُنہ سے نکالنا اور اسپر عمل
کرنا ضروری ہوتا ہے کہ میں دین کو
دنیا پر مقدم رکھونگا۔ جسطرح خدا
نے قرآن کریم میں دو باتیں رکھی ہتیں
جن کے ذریعہ سے وہ بابرکت اور
ابدی کتاب ٹھہری یعنی عجیب تعلیم
اور تعلیم کی حفاظت کے لیے اقتداری
پیشگوئیاں۔ وہی انعام اور برکت
کا خلعت اسے پہنایا گیا۔ جبکہ تعلیم
میں یہ دعوی ہتا کہ اُسپر چلنے سے خدا
خوش ہوتا ہے اور اس کے پیرو کو
اس جہان کی اور آئندہ کی خوشحالی ملتی
ہے اور اُس کے خلاف کرنے یا انکار سے
خدا کا غضب نازل ہوگا اور راستی کے
دشمن تباہ ہوجائیں گے اور وہاں دوسرے
عالم میں دوزخ میں جلیں گے۔ اس لحاظ
سے ضروری تہا کہ وہ انذار و تبشیر کے
وعدے اس جہان میں بہی پورے ہوتے
اور یوں آخرت کے عالم اور اُس کے
ایلام اور انعام کے ثبوت کے لیے بطور
توطیہ اور تمہید کے ٹہر جاتے۔ لاجرم
خدا کے بشیر وعدوں کے مطابق کہ تم
اور ریگستان کے رہنے والے کسریٰ
اور قیصر کے خزائن اور ممالک اور انکو
سونے کے کنگنوں اور مصر و شام کے
حور و قصور اور انہار اور غلمان کے
مالک اور وارث ہوئے اس لیے
کہ اس تمہید اور مقدمہ سے مہر لگجائے
اُس دوسرے عالم کے مواعید صادقہ
پر اور آپکے اعدا تباہ ہو گئے اور اس
دنیا کی نار یعنی جنگ کا ہیزم خشک بنگئے
اس لیے کہ سچے ثابت ہوجائیں اُس عالم
کے تمام خوفناک وعید۔ اگر یہ دو
باتیں نہ ہوتیں تو غیب الغیب خدا کی
صفات یعنی اُس کی قدرتوں اور ارادوں
پر ایمان اور اس دوسرے دیار الورا
عالم اور اُس کے حالات اور کیفیات
پر یقین کبھی پیدا نہ ہوتا۔ توریت
اور انجیل اور وید اور دوسری مردہ
کتابوں میں یہی نقص تہا کہ ان ہی دو
باتوں کی کمی تہی۔ جسکی وجہ سے یہود
قیامت کے منکر ہو گئے اور آخر پچہلی
دو قومیں بہی جیسی اصل میں ایک
ہتیں خدا اور دوسرے جہان کو پس
پشت ڈالنے میں بہی ایک ہو گئیں۔
اسی طرح اور اسی رنگ میں قرآن کی
عزت کے لیے۔ اسلام کی سچائی کو اس
جہان کے دریدہ دہان منکروں پر ظاہر
کرنے کے لیے خدا تعالی نے محمد احمد
صلے اللہ علیہ وسلم کے حقیقی بروز احمد
قادیانی کے ہاتہ پر نشان ظاہر کیے۔
چونکہ دو قومیں اسوقت سخت حملہ اور
ظالمانہ رد اسلام پر کرتی اور پیغمبر خدا
صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی
دلکو کچلدینے والی توہین کرتی ہتیں
اور خدا اور اُس کے سچے وعدوں
اور وعیدوں سے اُنہیں انکار ہتا
اُن پر قیامت تک حجت پوری کرنیکے
لیے بعد اتمام حجت کے یعنی اسلام کی
تعلیم حق اور عجیب کو پیش کرنیکے
بعد اُن کے دو فردوں یا ظلم اور
شرک کے پرستاروں کی نسبت موت
کی پیشگوئی کی اور آخر خدا کے قہر کی
تجلی نے آتہم اور لیکہرام کے خرمن
ہستی کو جلاکر اس ہمارے زمانہ
میں اسلام اور بانی اسلام کی صداقت
اور حقیت پر ویسی مہر لگا دی جیسے کہ
اُس خیر القرون میں بدر کی پیشگوئی
کے پورا ہونے سے لگی۔ اور اسطرح
ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم کی تعمیل کے
اقرار اور انکار میں وہی پہلے کیسی
زندہ اور قاہرانہ تاثیر اور برکت
موجود ہے۔ اسبات نے ایک عالم
کو دکہا دیا کہ اسوقت ایک شخص ہے
جو دشمنوں کے مقابل اسلام کی
عزت کو قائم رکہ سکتا ہے۔

غرض جو مقاصد اور اغراض ندوۃ
العلماء نے اپنے اعلان میں لکھے ہیں
اور الفاظ میں اُن کے پورا ہونے
کے لیے تڑپ اور گداز مشخص ظاہر
کی ہے اور دردناک الفاظ میں ظاہر
کیا ہے کہ اسلام کی جڑ کہوکہلی ہوگئی
ہے اب حضرت غلام احمد قادیانی
کے ذریعہ سے اُن کے پورا ہونے
کی سبیل خدا تعالے نے نکالی ہے۔
حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو خدا
نے اندرونی اصلاح کے لیے مہدی
موعود یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے کمالات بطور ظل کے دکہانیوالے
اور بیرونی حملوں کے دفاع اور اُن
کے مفاسد کی اصلاح کے لیے زمانہ
موجودہ کے اقتضا کے موافق آپ کا
نام مسیح موعود رکھا ہے۔ اب آپکے
وجود پاک میں وہ امام مفترض الطاعۃ
موجود ہوگیا ہے جسکے علم کے نیچے
متفرق اور منتشر فریق اکٹھے ہو کر
دنیوی اور دینی ترقی کر سکتے ہیں۔

اس امین اور مامون پریزیڈنٹ کی
صدارت کے نیچے کسی ممبر کی جرأت
نہیں کہ اختلاف اور نزاع کی آگ کو
بھڑکا سکے۔ دنیا کو ایک پر سٹیم انجن کی
ضرورت تھی جو مختلف گاڑیوں کو کھینچ
سکتا سو اب وہ آسمان سے نازل
ہوگیا ہے۔ اب تمام برکات اور
انعامات قوم کو اس کے ذریعہ حاصل
ہو سکتے ہیں اور وہ تمام روکیں اور
موانع دور ہو سکتے ہیں جو قوم کی ترقی
روحانی اور جسمانی کی راہ میں ہیں۔

ندوۃ العلماء اور دیگر انجمنوں کا
فرض ہے کہ اس نادر النسان کی آواز
پر کان لگائیں۔ بے التفاتی اور اعراض
کرنے سے وہ خدا کے نزدیک سخت
ملزم ہوں گے۔ چالیس ہزار تک
اس سلسلہ کے خدام کی نوبت پہونچ
گئی ہے اور بہت سی کتابیں عربی
میں فارسی میں اردو میں انگریزی میں
اور لاکھوں اشتہار اسکی تائید میں
شائع ہوئے ہیں۔ قوم کے لیڈروں
پر فرض ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد
مسیح موعود و مہدی مسعود کے دعاوی
اور دلائل میں غور کریں اور پھر یا تو
تائید کریں اور اس پاک سلسلہ میں
داخل ہو کر قوم کی ترقی کی فکر کریں یا اسکے
استیصال کے لیے زور لگائیں کیونکہ
کہ اسلام کے ہزاروں فرزند دن بدن
اسمیں داخل ہوتے چلے جاتے ہیں۔
اور اس سلسلہ کا دعوی ہے کہ بدون اسکے
نہ اس جہان کی فلاح ہے اور نہ اس عالم
میں نجات ہے۔ اور یوں ان دعاوی
سے یہ سلسلہ دوسرے سلسلوں کی
راہ میں سخت ٹھوکر اور روک ہو رہا ہے
اس کی تائید یا تردید سے اعراض اور
تغافل کرنا مردی سے بعید ہے۔

خدا کرے کہ ندوہ اور دیگر انجمنیں بطرف
توجہ کریں اور اول المؤمنین بنکر دوسرے
لوگوں کے لیے بلکہ سارے جہان کے لیے سنت حسنہ
کی بنیاد ڈالنے والے ہوں آمین۔

عاجز عبد الکریم

اس ہفتہ کی

بیعت

۱ غلام محمد صاحب۔ ساکن بجباڑہ کشمیر
۲ خواجہ ریشی صاحب ؍؍
۳ خواجہ عبد القدوس صاحب ؍؍ ؍؍
۴ میاں خدا بخش صاحب
۵ میاں مولی بخش صاحب
۶ میاں نظام الدین صاحب
۷ میاں عبد اللہ صاحب
۸ سید کرم شاہ صاحب معہ دختر ساکن سید والی
ضلع سیالکوٹ معرفت سید میر علیشاہ صاحب مہتمم
۹ سید بڈھے شاہ صاحب معہ زوجہ ؍؍
۱۰ سید کالو شاہ صاحب معہ زوجہ ؍؍
۱۱ سید نواب شاہ صاحب ؍؍
۱۲ سید جھنڈے شاہ صاحب ؍؍
۱۳ سید سردار علی شاہ صاحب ؍؍
۱۴ سید جماعت علی شاہ صاحب ؍؍
۱۵ دوسوندی شاہ صاحب معہ زوجہ و دو دختر ؍؍
۱۶ مہر دین صاحب معہ زوجہ ؍؍
۱۷ نبی بخش صاحب ؍؍
۱۸ میاں عمر الدین صاحب ؍؍
۱۹ میاں محمد الدین صاحب ہمشیرہ ؍؍
۲۰ میاں فقیر اللہ صاحب ؍؍
۲۱ میاں لچھمن صاحب معہ سہ دختر بٹالہ
ریاست جموں۔ تحصیل سنور
۲۲ میاں کرم دین صاحب ؍؍ ؍؍
۲۳ میاں علم الدین صاحب ؍؍
۲۴ مسماۃ راجو مغلانی ولد مرزا خمو ساکن
نیالی ضلع سیالکوٹ۔
۲۵ محمد ابراہیم صاحب امام مسجد ناسنور کشمیر
۲۶ محمد رمضان صاحب متو۔ ریشی نگر۔
۲۷ ولی محمد صاحب۔ ؍؍ ؍؍
۲۸ عبد العزیز صاحب ؍؍ ؍؍
۲۹ عبد العزیز صاحب گنائی ؍؍ ؍؍
۳۰ عبد العزیز صاحب۔ خوماڑ ؍؍ ؍؍
۳۱ عبد القدوس صاحب۔ ؍؍ ؍؍
۳۲ محمد رمضان صاحب نمبردار ؍؍ ؍؍
۳۳ عبد الرحمن صاحب والد تاجر ناسنور ؍؍
۳۴ عبد القادر صاحب ؍؍ ؍؍
۳۵ حبیب اللہ صاحب خیاط ؍؍ ؍؍
۳۶ محمد جیو صاحب۔ ناسنور۔ کشمیر
۳۷ میاں شعبان صاحب ریشی ؍؍
۳۸ میاں امیر صاحب ریشی ؍؍
۳۹ جماشورو گی صاحب موذن ؍؍
۴۰ حافظ عبد الوہاب صاحب امام مسجد
۴۱ سید زمان شاہ صاحب بخاری کارمختار
۴۲ راجہ عطا محمد خان صاحب۔ براز لہ
ڈاک خانہ کلگام۔ کشمیر
۴۳ سید طفیل حسین صاحب منڈی باجوہ
متصل ظفروال ضلع سیالکوٹ حال سیرز
۴۴ سائیں شیر محمد شاہ صاحب ولد غلام
داؤد شاہ صاحب قادری۔ ساکن کوٹلی مقبو
ہیلی تحصیل ضلع سیالکوٹ ڈاک
خانہ ہرولی

نقل خط شیر محمد شاہ صاحب موصوف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بندہ سلسلہ
قادریہ کا پابند ہے قریب ۲۰۰ کے
میرے مرید ہیں اب بندہ نے حضور کے
انوار و برکات سے اطلاع پاکر اپنے
دل سے عہد واثق کر لیا ہے کہ اپنے سلسلہ
کو بالائے طاق رکھکر حضور سے بیعت
کروں لہذا یہ عریضہ بحضور اقدس ارسال
ہے کہ اپنی بیعت میں قبول فرما دیں انشاء
اللہ حاضر حضور ہو کر تجدید بیعت کرونگا

۴۵ امام الدین صاحب ولد حاجی محمد صاحب
سیار جنٹ قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ
۴۶ محمد اسماعیل صاحب طالب علم نمبری
ڈل۔ بھیرور ساکن موضع کھوا باجوہ
۴۷ گل محمد صاحب۔ کنگاڑی سہوان۔
ڈاک خانہ کبیر والا ضلع ملتان۔
۴۸ محمد محمود شاہ صاحب۔ جموں۔
۴۹ مولوی سید احمد شاہ صاحب ؍؍
۵۰ منشی عبد العزیز بٹ صاحب ملازم راجہ
عطا محمد خان صاحب ساکن چک ساکن
چک راجہ صاحب تحصیل ہری پور ڈاک
خانہ کلگام کشمیر
۵۱ عباد اللہ صاحب ملازم راجہ عطا محمد
خان صاحب مقام پارہ پور تحصیل ہری
پور ؍؍
۵۲ میر خان صاحب۔ پرگنہ بیرو تحصیل پٹن
پورہ موضع ہردو سرکش۔

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل انگزیمینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معززز! انگریزوں میڈیکل کالج کے پروفیسروں نامور ڈاکٹروں والیان ریاست اور ولایت کے یونیورسٹی کے سند یافتہ ڈاکٹروں نے بعد از تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہہ سرمہ امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے۔ ضعف۔ بصارت۔ تاریکی چشم دھند جالا۔ پڑوال۔ غبار۔ پھولا۔ ابتدائی موتیابند۔ ناخنہ۔ پانی جانا۔ خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھوں کے مریضوں پر اب اس سرمہ کو استعمال کرتے ہیں۔ چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھتی ہے اور عینک کی بھی ضرورت نہیں رہتی بچہ سے لیکر بوڑھے تک کو یکسان مفید ہے قیمت اسلئے کم رکھی گئی ہے کہ عام وخاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھائیں قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے مبلغ ۱۲ روپیہ ممیرے کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم فی تولہ ۔ خاص ممیرا فیمائش عنسلے روپیہ مصری سرمہ فی تولہ ۔ محصولڈاک ذمہ خریدار۔ درخواست کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں۔

ترکیب استعمال۔ سرمہ بغرض حفاظت وتقویت بینائی صرف ایک دفعہ دن میں استعمال کرنا چاہیے کھانے پینے میں کسی قسم کا پرہیز نہیں برائے دفعہ امراض چشم دن میں دو دفعہ استعمال کرنا چاہیے ہر ایک قسم کی نشہ دینے والی اشیاء اور گرم مصالحہ جات اور اشیاء ترش سے پرہیز لازمی ہے۔ جہاں تک ہو سکے دوائی مذکور کو ہوا سے محفوظ رکھنا چاہیے ترکیب استعمال ممیرا بحساب ایک رتی خالص ممیرہ دو تولہ مصری عمدہ قسم سرمہ میں حل کر کے دن میں دو مرتبہ استعمال کریں۔

نوٹ۔ اگر مصری سرمہ دستیاب نہ ہو سکے۔ تو اس کارخانہ سے بحساب ۴ر تولہ منگوا سکتے ہیں۔ **پرہیز** ترش گرم اور نشہ اشیاء سے پرہیز لازمی ہے۔ نقلی وجعلی ممیرے کے سرمہ کے اشتہاروں سے بچنا چاہیے۔

المشتہر پروفیسر میا سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور۔

ان سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے

حضرت اقدس مسیح موعود کا مبارک خط

مشفقم سردار صاحب۔ ما جب کچھ عرصہ گذرا ہے کہ آپ سے ایک تولہ سرمہ منگوایا تھا وہ متفرق طور سے خرچ ہوا۔ لوگوں نے فائدہ بیان کیا۔ اب میرے گھر میں چند عوارض یعنی کدورت نظر دیابانی بیماری کی وجہ سے ضرورت ہے شاید اس سرمہ سے فائدہ ہو یہہ بہلا معلوم ہے کہ میں اپنی ذاتی غرض کے لئے سرمہ طلب کرتا ہوں۔ آپ براے مہربانی ایک تولہ سرمہ ذریعہ ویلیو پے ایبل ارسال فرمادیں

الراقم مرزا غلام احمد

از قادیان ضلع گورداسپور

بعد تسلیم واضح ہو کہ جناب سے سرمہ سفید ممیرہ کا منگوایا تھا استعمال سے بہت ہی مفید پایا گئی ادمیوں کے پھولے دور ہو گئے خود مجھکو پڑوال پیدا ہو گئے تھے۔ وہ سرمہ کے استعمال سے جاتے رہے اور کا ایک آنکھہ کا ڈیلا بالکل خراب ہو گیا تھا وہ بھی درست ہوتا جاتا ہے میں دور کے آدمی کو پہچان نہیں سکتا تھا اب دور کی چیز اچھی طرح سے دیکھہ سکتا ہوں۔ اور اخبار بھی پڑھ سکتا ہوں۔ آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں ایک تولہ سفید سرمہ ممیرہ کا بذریعہ قیمت طلب پارسل بھیجدیں۔ ۲ ر مارچ ۱۹۱۰ء

راقم ڈاکٹر ہر برام پنشنر مقام بالکوٹ ضلع ہزارہ صوبہ سرحد

پانچ ہزار روپیہ انعام

اگر کوئی شخص ممیرے کے سرمہ کی سندات میں سے جو قریب بارہ ہزار کے ہے ایک بھی فرضی ثابت کر دے تو اس کو مبلغ پانچ ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ جو لاہور کے پنجاب بنک میں اسی مطلب کے لئے ... میں جمع کیا گیا ہے۔

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے اہتمام سے چھپا۔

دیا ہے۔ چنانچہ پہلے فرمایا ہے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُہَا کَافُوْرًا۔

یعنی مومن جو خدا کے نیک بندے ہیں وہ کافوری پیالے پیتے ہیں۔ **کافور** کا لفظ اسلیے اختیار کیا گیا ہے کہ کفر ڈھانکنے کو کہتے ہیں اور کافور مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت ڈھانکنے والا۔ ایسے ہی طاعون بھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں **طاعون** اس لیے نام رکھا ہے کہ یہ اس پر **طعن** کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور طاعون اور دیگر امراض وبائی ہیضہ میں کافور ایک عمدہ چیز ہے اور مفید ثابت ہوئی ہے۔

غرض کافوری پیالے کا پہلے ذکر کیا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ اول یہ بتایا جائے کہ کامل ہونے کے لیے **کافوری پیالہ** پہلے پینا چاہیے تاکہ دنیا کی محبت سرد ہو جائے اور وہ فسق و فجور کے خیالات جو دل سے پیدا ہوتے تھے اور جنکی زہر ہلاک کرتی تھی دبائے جاویں اور اسطرح گناہ کی حالت سے انسان نکل آوے پس چونکہ پہلے میل کچیل کا دور ہونا ضروری تھا اس لیے کافوری پیالہ پلایا گیا اس کے بعد دوسرا جسے **زنجبیلی** ہے۔

زنجبیل اصل میں دو لفظوں سے مرکب ہے زنا اور **جبل** سے اور زنا لغت عرب میں اوپر چڑھنے کو کہتے ہیں اور جبل پہاڑ کو۔ اور اس مرکب لفظ کے معنے یہ ہوئے کہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور یہ صاف بات ہے کہ ایک زہریلے اور وبائی مرض کے بعد انسان کو اعلیٰ درجہ کی صحت تک پہونچنے کے واسطے دو حالتوں میں سے گذرنا ہوتا ہے۔ پہلی وہ حالت ہوتی ہے جبکہ زہریلے اور خطرناک مادے رک جاتے ہیں اور انہیں اصلاح کی صورت پیدا ہوتی ہے اور زہریلے حملوں سے نجات ملتی ہے اور وہ مواد دبائے جاتے ہیں۔ مگر اعضا بدستور کمزور ہوتے ہیں اور انہیں کوئی قوت اور سکت نہیں ہوتی جس سے وہ کام کرنیکے قابل ہوں۔ اور ایک بودگی سی حالت باقی ہے۔

یہ وہ حالت ہوتی ہے جسکو کافوری پیالے سے تعبیر کیا گیا ہے اس حالت میں گناہ کا زہر دبایا جاتا ہے اور اس جوش کو ٹھنڈا کیا جاتا ہے جو نفس کی سرکشی اور جوش کی حالت میں ہوتا ہے مگر ابھی نیکی کرنے کی قوت نہیں آتی۔

پس دوسری حالت جو زنجبیلی حالت ہے وہ وہی ہے جبکہ صحت کامل کے بعد توانائی اور طاقت آجائے یہانتک کہ پہاڑوں پر بھی چڑھ سکے اور زنجبیل بجائے خود چونکہ حرارت عزیزی کو بڑھاتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اس ذکر سے بتایا کہ پہلے مومنوں کے گناہوں کی حالت پر موت آتی ہے اور پھر انہیں نیکی کی توفیق اور قوت ملتی ہے۔ گناہ کی حالت میں انسان پستی اور ذلت میں ہوتا ہے اور جوں جوں گناہ کرتا جاتا ہے نیچے ہی نیچے چلا جاتا ہے لیکن جب گناہ پر موت آتی ہے تو وہ اس پستی کے گڑھے میں ہی پڑا ہوا ہوتا ہے۔ جبتک اوپر چڑھنے کے لیے اسے زنجبیلی **شربت** نہ ملے پس جب نیکی کی توفیق عطا ہونے پر وہ پھر اوپر چڑھنا شروع کرتا ہے۔ اور یہ پہاڑی گھاٹیاں وہی ہیں جو **صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ** میں بیان ہوئی ہیں خدا تعالیٰ کے راستبازوں اور **منعم علیہ** کی راہ ہی وہ اصل مقصود ہے جو انسان کے لیے خدا تعالیٰ نے رکھا ہے۔

چونکہ خدا تعالیٰ واحد ہے اور وحدۃ کو پیار کرتا ہے اس لیے سب کام وحدۃ ہی کے ذریعہ کرتا ہے وہ اگر چاہتا توسبکو نبی بنا دیتا۔ مگر یہ امر وحدۃ کے خلاف تھا اس لیے ایسا نہیں کیا تاہم اسمیں بخل بھی نہیں ہے ہر ایک شخص جو اس راہ کو اختیار کرنیکے لیے سچا مجاہدہ کرتا ہے وہ اسکا لطف اور ذوق اٹھا لیتا ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ امت میں ابدال ہوتے ہیں جنکی فطرۃ کو بدلا دیا جاتا ہے اور یہ تبدیلی اتباع سنت اور دعاؤں سے ملتی ہے یہانتک حضرت اقدس نے تقریر فرمائی تھی کہ حضرت مولوی سید **محمد احسن** صاحب امروہی نے عرض کیا کہ حضور یہ جو عیسائی بعض انبیا علیہم السلام کی زلۃ الاقدام کو قرآن شریف سے بیان کرتے ہیں اسکا کیا جواب دیا جاوے

فرمایا یہ ان لوگوں کی غلطی ہے گناہ کی تعریف میں انہوں نے دھوکا کھایا ہے گناہ اصل میں **جناح** سے لیا گیا ہے اور ج کا تبادلہ گ سے کیا گیا ہے جیسے فارسی والے کر لیتے ہیں اور **جناح** اصل میں عمداً کسی طرف میل کرنے کو کہتے ہیں پس گناہ سے یہ مراد ہے کہ عمداً بدی کیطرف میل کیا جاوے پس میں ہرگز نہیں مان سکتا کہ انبیا علیہم السلام سے یہ حرکت سرزد ہو اور قرآن شریف میں اسکا ذکر بھی نہیں۔ انبیا علیہم السلام سے گناہ کا صدور اس لیے ناممکن ہے کہ عارفانہ حالت کے انتہائی مقام پر وہ پہونچتے ہیں اور یہ نہیں ہو سکتا کہ **عارف** بدی کیطرف میل کرے۔

یہ سنکر حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب نے عرض کیا کہ قرآن شریف میں جو بعض زلۃ الاقدام کا ذکر ہوتا ہے تو وہ حقیقت میں اس سے زیادہ نہیں ہیں کہ بشری تقاضا کے موافق کوئی خطائے اجتہادی ہو۔ اور یہ ہو جانا کوئی بعید نہیں ہے کیونکہ یہ لوازم بشریت سے تو الگ نہیں ہوتے۔ اسپر پوچھا گیا کہ **فَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ** کے کیا معنی ہیں تو فرمایا کہ عصی سے عمد تو نہیں پایا جاتا کیونکہ دوسری جگہ خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے **فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا** عصی سے بار آیا پھر ایک فقرہ ہے **اَلْعَصَا عِلَاجُ مَنْ عَصٰی** اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جلالی تجلیات ہی سے انسان گناہ سے بچ سکتا ہے۔

غرض ان باتوں ہی دولت سرا کا دروازہ آگیا اور حضور تشریف لے گئے۔

آیات الرحمن

یہ قابل قدر کتاب مکرمی مولوی سید محمد احسن صاحب نے کتاب عصائے موسیٰ کے رد میں لکھی ہے اور مصنف عصائے موسیٰ کے اوہام کا ایسا استیصال کر دیا ہے کہ اب اسکو اپنی وہ کتاب ایک درد انگیز عذاب معلوم ہوگی یہ تجویز قرار پائی ہے کہ اسکے چھپنے کے لیے اسطرح سرمایہ جمع ہو کہ ہر ایک صاحب جو خریدنا چاہیں اگر وہ اس کتاب کی قیمت ہر بطور پیشگی روانہ کر دیں یہ خواہش ہے کہ جلد تر یہ کتاب چھپ جاوے اسلیے یہ انتظام کیا گیا ہے۔ قیمت کا روپیہ مولوی صاحب موصوف کے نام آوے والسلام۔ خاکسار میرزا غلام احمد۔ قادیان

بشیر احمد۔ شریف احمد۔ مبارکہ کی آمین

۳۰۔ نومبر ۱۹۰۱ء کو حضرات صاحبزادگان والا شان و مبارکہ بیگم کی آمین ہوئی۔ مندرجہ بالا عنوان سے الگ ایک چھوٹی سی نظم آمین طبع ہوئی ہے جو ۔ر قیمت پر دفتر الحکم یا حکیم فضل الدین صاحب مہتمم کتب خانہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملتی ہے۔ ہم ذیل میں اس آمین سے کچھ ناظرین الحکم کے لیے اقتباس کر کے درج کرتے ہیں۔ وھو ہذا۔

ہمیں اس یار سے تقویٰ عطا ہے
نہ یہ ہم سے کہ احسان خدا ہے
کرو کوشش اگر صدق و صفا ہے
کہ یہ حاصل ہو جو شرط لقا ہے
یہی آئینہ خالق نما ہے
یہی اک جوہر سیفِ دعا ہے
ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر* یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے
یہی اک فخر شان اولیا ہے
بجز تقویٰ زیادت ان میں کیا ہے
ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے
اگر سوچو یہی دار الجزا ہے
مجھے تقویٰ سے اس نے یہ جزا دی
فَسُبحَانَ الَّذِی اَخزَی الاَعَادِی

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ
مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
سنو ہے حاصل اسلام تقویٰ
خدا کا عشق مے اور جام تقویٰ
مسلمانو بناؤ تام تقویٰ
کہاں ایماں اگر ہے خام تقویٰ
یہ دولت تو نے مجھکو اے خدا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد
بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد
بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر تو نے یہ مجھکو بارہا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

مری ہر بات کو تو نے چلا دی
مری ہر روک بھی تو نے اٹھا دی
مری ہر پیشگوئی خود بنا دی
تو ہی نسلاً بعیدًا بھی دکھا دی
جو دی ہے مجھکو وہ کس کو عطا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں
لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں
ملاحت ہے عجب اس دلستاں میں
ہوئے بدنام ہم اس سے جہاں میں
عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یار نہاں میں
ہوا مجھپر وہ ظاہر میرا ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

کروں کیونکر ادا میں شکر باری
فدا ہو اس کی رہ میں عمر ساری
مرے سر پر ہے منت اسکی بھاری
چلی اس ہاتھ سے کشتی ہماری
مری بگڑی ہوئی اس نے بنا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

تجھے حمد و ثنا زیبا ہے پیارے
کہ تو نے کام سب میرے سنوارے
ترے احساں مرے سر پر ہیں بھارے
چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے
گڑھے میں تو نے سب دشمن اتارے
ہمارے کر دیے اونچے منارے
مقابل میں مرے یہ لوگ ہارے
کہاں مرتے تھے پر تو نے ہی مارے
شریروں پر پڑے انکے شرارے
نہ ان سے رک سکے مقصد ہمارے
انھیں ماتم ہمارے گھر میں شادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

تیری رحمت ہے میرے گھر کا شہتیر
مری جاں تیرے فضلوں کی پنہ گیر
حریفوں کو لگے ہر سمت سے تیر
گرفتار آ گئے جیسے کہ نخچیر
ہوا آخر وہی جو تیری تقدیر
خدا نے ان کی عظمت سب اڑا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

مری اس نے ہر اک عزت بنا دی
مخالف کی ہر اک شیخی مٹا دی
مجھے ہر قسم سے اس نے عطا دی
سعادت دی ارادت دی وفا دی
ہر اک آزار سے مجھکو شفا دی
مرض گھٹتا گیا جوں جوں دوا دی
محبت غیر کی دل سے ہٹا دی
خدا جانے کہ دل کو کیا سنا دی
دوا دی اور غذا دی اور ردا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

مجھے کب خواب میں بھی تھی یہ امید
کہ ہوگا میرے پر یہ فضل جاوید
ملی یوسف کی عزت لیک بتقلید
نہ ہو تیرے کرم سے کوئی نومید
مراد آئی گئی سب نامرادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

تری رحمت عجب ہے اے مرے یار
ترے فضلوں سے میرا گھر ہے گلزار
عزیزوں کو کرے اک دم میں تو پار
جو ہو نومید تجھسے ہے وہ مردار
وہ ہو آوارہ ہر دشت و وادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ہوئے ہم تیرے اے قادر توانا
ترے در کے ہوئے اور تجھکو مانا
ہمیں بس ہے تری درگہ پہ آنا
مصیبت سے ہمیں ہر دم بچانا
کہ تیرا نام ہے غفار و ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا
کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا

تو پھر ہے کس قدر اُسکو سہارا
کہ جسکا تو ہی ہے سب سے پیارا
ہوا میں تیرے فضلوں کا منادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

میں کیونکر گن سکوں تیری عنایات
ترے فضلوں سے پُر ہیں میرے ذرات
مری خاطر دکھائیں تونے آیات
ترحم سے مری سن لی ہر اک بات
کرم سے تیرے دشمن ہو گئے مات
عطا کیں تونے سب میری مرادات
پڑا پیچھے مرے جو غول بدذات
پڑیں آخر خود اُس موذی پہ آفات
ہوا انجام سب کا نامرادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

بنائی تونے پیارے میری ہر بات
دکھائے تونے احساں اپنے ذرات
ہر اک میداں میں دیں تونے فتوحات
بد اندیشوں کو تونے کر دیا مات
ہر اک بگڑی ہوئی تونے بنا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

تری نصرت سے اب دشمن تبہ ہے
ہر اک جا میں ہماری تو پنہ ہے
ہر اک بدخواہ اب کیوں روسیہ ہے
کہ وہ مثل خسوف مہر و مہ ہے
سیاہی چاند کی مُنہ نے دکھا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ترے فضلوں سے جاں بستاں سرا ہے
ترے نوروں سے دل شمس الضحیٰ ہے
اگر اندھوں کو انکار و اِبا ہے
وہ کیا جانیں کہ اس سینہ میں کیا ہے
نہیں جو کچھ کہیں سر پہ خدا ہے
پھر آخر ایک دن روز جزا ہے
بدی کا پھل بدی اور نامرادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

تجھے سب زور و قدرت ہے خدایا
تجھے پایا ہر اک مطلب کو پایا
ہر اک عاشق نے ہے اک بت بنایا
ہمارے دل میں یہ دلبر سمایا
وہی آرام جاں اور دل کو بھایا
وہی جسکو کہیں رب البرایا
ہوا ظاہر وہ مجھپر بالایادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

مجھے اُس یار سے پیوند جاں ہے
وہی جنت وہی دار الاماں ہے
بیاں اُسکا کروں طاقت کہاں ہے
محبت کا تو اک دریا رواں ہے
یہ کیا احساں ترے ہیں میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

تری نعمت کی کچھ قلت نہیں ہے
تہی اُس سے کوئی ساعت نہیں ہے
شمار فضل اور رحمت نہیں ہے
مجھے اب شکر کی طاقت نہیں ہے
یہ کیا احساں ہیں تیرے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ترے کوچہ میں کن راہوں سے آؤں
وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھکو پاؤں
محبت ہے کہ جس سے کھینچا جاؤں
خدائی ہے خودی جس سے جلاؤں
محبت چیز کیا کس کو بتاؤں
وفا کیا راز ہے کسکو سناؤں
میں اس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں
یہی بہتر کہ خاک اپنی اُڑاؤں
کہاں ہم اور کہاں دنیائے مادی
فسبحان الذی

کوئی اُس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اُسکو پاوے
جو مرتا ہے وہی زندوں میں جاوے
جو جلتا ہے وہی مُردے جلاوے
ثمر ہے دور کا کب غیر کھاوے
چلو اوپر کو وہ نیچے نہ آوے
نہاں اندر نہاں ہے کون لاوے
عزیز عشق وہ سوئی اُٹھاوے
وہ دیکھے نیستی رحمت دکھاوے
خودی اور خود روی کب اُسکو بھاوے
مجھے تونے یہ دولت اے خدا دی
فسبحان الذی

کہاں تک حرص و شوق مال فانی
اٹھو ڈھونڈو متاع آسمانی
کہاں تک جوش آمال و امانی
یہ سوسو چھید ہیں تم میں نہانی
تو پھر کیونکر ملے وہ یار جانی
کہاں عزبال میں رہتا ہے پانی
کرو کچھ فکر ملک جاودانی
یہ ملک و مال جھوٹی ہے کہانی
بسر کرتے ہو غفلت میں جوانی
مگر دل میں یہی تم نے ہے ٹھانی
خدا کی ایک بھی تم نے نہ مانی
ذرا سوچو یہی ہے زندگانی
خدا نے اپنی رہ مجھکو بتا دی
فسبحان الذی

کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت
دکھاؤ جلد تر صدق و انابت
کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت
کہ یاد آ جائے گی جس سے قیامت
مجھے یہ بات مولا نے بتا دی
فسبحان الذی

مسلمانوں پہ تب ادبار آیا
کہ جب تعلیم قرآں کو بھلایا
رسول حق کو مٹی میں سُلایا
مسیحا کو فلک پر ہے بٹھایا
یہ توہیں کر کے پھل ویسا ہی پایا
اہانت نے انہیں کیا کیا دکھایا
خدا نے پھر تمہیں اب ہے بُلایا
کہ سوچو عزت خیر البرایا
ہمیں یہ رہ خدا نے خود بتا دی
فسبحان الذی

کوئی مُردوں میں کیونکر راہ پاوے
مرے تب بگماں مُردوں میں جاوے
خدا عیسی کو کیوں مُردوں سے لاوے
وہ کیوں خود مہر ختمیت مٹاوے
کہاں آیا کوئی تا وہ بھی آوے
کوئی اک نام ہی ہم کو بتاوے
تمہیں کس نے یہ تعلیم فسادی
فسبحان الذی

وہ آیا منتظر تھے جس کے دن رات
معما کھل گیا روشن ہوئی بات
دکھائیں آسماں نے ساری آیات
زمیں نے وقت کی دیدیں شہادات
پھر اس کے بعد کون آئے گا ہیہات
خدا سے کچھ ڈرو چھوڑو معادات
خدا نے اک جہاں کو یہ سنا دی
فسبحان الذی

مسیح وقت اب دنیا میں آیا
خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھکو پایا

ندوۃ العلما کی طرف خط

میرے پیارے بھائی یعقوب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ -
ندوۃ العلما کے ناظم معین منشی غلام حسین عارف صاحب کیطرف سے ہمارے پاس ایک اعلان پہونچا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اب کے دسمبر میں یہ گروہ کلکتہ میں فراہم ہوگا - اسمیں مختصرا ندوہ کی غرضیں بھی لکھی ہیں - اور ایک خط بھی آیا ہے جسمیں چاہا گیا ہے کہ حضرت خلیفۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام آئندہ اجلاس میں شریک ہوں - میں آپ کے قابل قدر اخبار کیوساطت سے جناب ناظم معین صاحب اور ان کے ذریعہ اور تقریبے ندوہ کے حامیوں کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں امید ہے کہ آپ کا محسن القوم جریدہ میری چند سطروں کو اپنے اندر جگہ دیکر مجھے شکر گذار بنائے گا ندوۃ العلما ہو یا خطرناک اخراجات کا بوجھ قوم پر ڈالنے والی ایجوکیشنل کانفرنس یا کوئی انجمن ہو افراد ہوں یا مجموعے ہوں جن لوگوں کو قوم کی ترقی اور اصلاح کی دھن لگی ہوئی ہے اور سچی گدازش اور قوم کی پستی کے احساس نے انہیں بیقرار کر رکھا ہے انہیں سب سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ وہ کس قوم کی اصلاح کے درپے ہیں۔

اور وہ کونسا تاگا ہے جو اس سے نکل گیا ہے جس سے اسکا شیرازہ وا ہو گیا اور سارا تانا بانا ادھڑ گیا ہے - اور یہ قوم کبھی اوج عروج پر تھی تو کن مضبوط چٹانوں پر اسکا پیر جم گیا تھا اور کیا کلید تھی جو انکے ہاتھ آگئی تھی جس سے قدرت کے مدفونہ دفینوں کے قفل کھول لیے تھے - اور یہ کہ اس امر میں پاک دل سے غور کرنی چاہیے کہ آیا اس قوم کے مرض کے علاج میں یورپ کا تعلیمی کورس بالذات کارآمد ہے ؟

مسلمان ایک قوم ہیں جنکے لیے سب سے پہلے یہ کوشش کی گئی کہ ابراہیمی قبلہ کو پہچانیں - اس کے لیے قوم کے بنانے والے نے عجیب عجیب تدابیر اور کاروائیاں کیں - ایک کنکریلے بیابان میں جہاں مختلف رنگوں کے پتھر تھے اس نے بڑی صاف اور سیدھی سڑک بنانے کا ارادہ کیا -
تیرہ برس تک اسے مختلف روکوں کے ہٹانے میں لگے - ان جلیل القدر رزولیوشنوں کو غور سے پڑھو جو کئی اجلاسوں میں پیش اور پاس ہوئے - کسی میں یہ ہے کہ آلہہ باطلہ اٹھا دیے جائیں یہ انسانی ترقی کی راہ میں روک ہیں - اور پیش ہو کر ملاء الٰہی کے اتفاق سے پاس ہوا کہ ایک ہستی کی پرستش ہو جو تمام محامد عالیہ اور محاسن حسنی کی جامع اور تمام نقائص اور رذائل اور عیب سے پاک ہے - تمام تعلقات سے بڑھ کر اس سے تعلق پیدا کیا جاوے تمام اندرونی اور بیرونی قویٰ اور اعضا حنیفیت کے رنگ میں رنگین ہو کر اسکے حضور میں جھک جائیں - کسی رزولیوشن کا مضمون ہے کہ حرامکاری - حرام خوری ہر قسم کے ظاہری اور باطنی فواحش اور بدعہدی اور غداری اور بغاوت اور چوری اور فساد کی راہیں انسان کو تباہ کرنیوالی چیزیں ہیں انکا انسداد کیا جائے - کسی رزولیوشن کا یہ مقصد ہے کہ نصرانیت کو حق کے پانے اور سچی فلاح اور صلاح کی حاصل کرنے میں خطرناک روک ہے اسکا مسئلہ ولد خدا ہونے کا اور اس کا کفارہ اور تثلیث ایسے ہولناک اور خوفناک مفاسد ہیں کہ آسمان اس سے پھٹ جائیں

اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ چور چور ہو کر گر پڑیں - اور اسکی تعلیم اور اسکے نتائج تمام نبیوں کی تعلیم اور ساری راستبازی کی برہم زن ہیں اس عزل سے راہ صاف کیا جائے - کسی میں مذکور ہے کہ اس اعتقاد کو کہ خدا انسان سے کلام نہیں کرتا اور اسپر اپنا زندہ نور بخش اور تازہ بتازہ تسلی دینے والا کلام نازل نہیں کرتا اور انسان کی روح میں اپنے وصال کی فطری تڑپ پیدا کر کے کبھی ایسی عادت نہیں رکھتا کہ اس کے آگے منہ سے نقاب اٹھائے اور انسان آسمان کے نور کی تائید اور خوارق العادت کھڑکیوں کے کھلنے کے بغیر اپنی مادی تلاش اور محدود قویٰ سے گر پڑ کر مصنوعات میں سے آخر صانع کا کھوج لگا لیتا ہے - غرض بڑے زور سے یہ رزولیوشن پاس ہوتا ہے کہ اس ناپاک برہمو پنے کی بیخکنی کی جائے - اور کہیں بڑی قوت اور پورے زور سے یہ طے ہوتا ہے کہ ابراہیم کے طریق اور ملت کو اختیار کیا جائے اس لیے کہ آغاز عالم سے سارے راستبازوں اور منعم علیہم کی وہی راہ ہے - اسی پر اسماعیل - اسحاق یعقوب - یوسف - موسیٰ داؤد - سلیمان اور تمام برگزیدہ لوگ چلکر کامیاب ہوئے غرض قوم بنانے کے لیے اور اس راہ کی روکوں کو دور کرنے کے لیے یہ تدبیریں تھیں جو اس جہان کی انجمن کے احکم الحاکمین پریزیڈنٹ کو سوجھیں اور بنی آدم کے سچے خیرخواہ اور کامل مصلح محمد مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعہ عمل میں آئیں۔

تیرہ برس تک تو بظاہر یہ رزولیوشن تصویروں کے رنگ اور روشن میں تھی مگر آگے چلکر ایک اور میدان (مدینہ) میں انپر عملدرآمد شروع ہوا - باطل معبودوں اور ہاتھوں کی کاریگریوں کے پرستار اور مددگار کاٹ ڈالے گئے - ناپاک یہودیت جو ہر ایک تازہ وحی کو بدعت سمجھتی اور اصلاح کے موجدوں اور رحمت الٰہی کے ناصروں کی جانی دشمن تھی تباہ کردی گئی اور اصلاح اور ترقی کی نئی بنائی ہوئی مملکت کے آس پاس

اُس مخصوص وجود کے ہاتھ وحشی کو ختم کر دیا گیا اور سب سے آخری اور سب سے زیادہ مفید کام جس سے حقیقی تبدیلی اور فلاح کے چشمے بہ نکلے یہ کیا گیا کہ بیت اللہ کو تمام ناراستیوں اور بطلانوں کے رہبر تین سو ساٹھ بتوں (مظاہر مجازی) سے جو اگرچہ گنتی میں تین سو ساٹھ تھے مگر قیامت تک کے نئے نئے پیدا ہونے والے جھوٹے مذہبوں، درسٹریوں اور سکولوں اور بیہودہ دلوں کے جامع اور جڑ تھے پاک اور خالی کیا۔

یہ ساری کارروائیاں درحقیقت مبادی تھیں اور انسانی فطرتوں کے تیار کرنے اور ایک بڑے مقصد کے حاصل کرنیکے قابل انہیں بنانیکے لیے ایک بڑے کاری سسٹم کے قائم مقام تھیں اس کے بعد وہ قوانین اور قواعد شروع ہوئے جنہوں نے اُس کس پرس اور متفرق اور اُمی قوم کو تہذیب اور تمدن اور سیاست کے ثمرات سے برخوردار کیا۔ اور اُن تمام عقائد اور ایمانیات کو جو سراسر اور خفیہ قلب سے تعلق رکھتے تھے عملی رنگ میں ظاہر کیا۔ پانچ وقت کی نمازوں کی پابندی کرائی گئی جس سے حقوق الٰہی کی پوری علمی اور عملی حفاظت ہو گئی۔ پھر زکوٰۃ کا حکم دیا گیا اور ہر قسم کے صدقات و میراث کا امر ہوا جن سے حقوق عباد کی رعایت مرعی رکھی گئی۔ اس کونسٹرکشن کے بعد ایک اور ڈسٹرکشن شروع ہوا جو اُس پہلے ڈسٹرکشن سے کسیطرح کم نہ تھا۔ یہ مقابلہ اور مجادلہ تھا اُن ڈاکوؤں کے ساتھ جو نظام سوسائٹی کو کسی زمانہ میں آرام اور ضبط سے قائم رہنے نہیں دیتے۔ یعنی مے خوری اور قمار بازی کی ممانعت کی گئی۔ ان دو اخلاقی عیبوں کو صلاح کاری اور تقویٰ اور طہارت اور امن عامہ کا سخت دشمن سمجھا گیا اس لیے ضروری ہوا کہ اُس تازہ قوم کو جو سارے جہان کے لیے قیامت تک نمونہ ٹھہرنے والے تھے اُن عیوب سے پاک کیا جائے۔

ان تمام باتوں میں غور کرنے کے بعد اصول سیاست مدن کے بڑے سے بڑے واقف کو بھی شرح صدر سے اس امر کا سمجھنا ممکن ہے کہ کیونکر ایک شخص اُس حیثیت کا جو ہمارے ہادی کامل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تھی ایسے وقت اور ایسی قوم میں ایسا کامیاب ہوا کہ جس کامیابی کی نظیر آغاز آفرینش سے اب تک کسی مصلح کی تاریخ اور سوانح میں پائی نہیں جاتی۔ ایک مادی یورپین کسی ایک شاخ علم میں ماہر کیا نہ ہو جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لائف میں ان حیرت انگیز کارروائیاں اور انقلاب انگیزیوں کو پڑھتا اور پاتا ہے اور اگر مردم خوار متعصب نہ ہو تو فیاضی سے آپکو بڑا مدبر اور عقلمند اور مصلح قوم مان لیتا ہے اور حقیقت میں اُسپر کیا موقوف ہے سپرٹ آف اسلام کا معتزلی مصنف اور علیگڑھ سکول کا بانی بھی اس سے زیادہ نہ کہہ سکتا اور نہ سمجھ سکتا ہے اس لیے کہ خدا کے صاف اور صحیح تعلیم اور انسانی قویٰ سے بڑھ کر اور خارج وحی اور آواز پر اُن کا یقین نہیں۔ مگر حقیقۃ الامر یہ ہے کہ قوم کے بنانے کے لیے اور پھر تمام قوم کو اسطرح بنانے کے لیے جیسے کہ وہ تھے مادی اور زمینی عقل اور انسانی تدبیریں اور حیلے اور جوڑ توڑ کام نہیں دے سکتے۔ قوانین اور قواعد کا دینا اور بات ہے اور اُنپر عملدرآمد کرا دینا اور بات۔ اور جب یہ دیکھا جائے کہ کن مالوف اور معتاد باتوں سے چھڑایا گیا۔ شراب خوری۔ قمار بازی اور عیاشی اور بے باک اور آزاد زندگی اور ہر قسم کی بدکاری حتی بدنظری جو بڑے سے بڑے شیر مرد کسیطرح لوگوں کی محبوب دلکش تھی اُن سے روکا گیا اور پانچ نمازوں کی پابندی۔ اور روزوں کی پابندی۔ اور عضو عضو پر تقویٰ اور عصمت اور طہارت کی قید لگا دی گئی۔ تمام اخلاقوں اور تمدنوں اور خونریزیوں کو جو جنگجو قوموں کا دل پسند مشغلہ ہوا کرتی ہیں، دور کرنے کا حکم دیکر پرزور الفاظ میں تاکید ہوئی واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا الخ۔ غرض ان باتوں کو دیکھ کر عقل تو یہ کر کے بیکار ہو جاتی ہے اور کبھی حکم نہیں لگا سکتی کہ یہ کام کسی انسان محض کا ہے۔ یعنی یہ کام ایسے انسان سے پورا ہو سکتا ہے جو اپنی سوچ بچار اور جوڑ توڑ اور منصوبوں کے سہارے سے اٹھتا بیٹھتا ہے۔ پاک اور صاف عقل اس اعتراف پر مجبور ہو جاتی ہے کہ خدائے مقتدر کی تائید اور سماوی نصرتوں کے بغیر اتنی بڑی تبدیلی اور انقلاب ممکن نہیں۔ ایسی اصلاح اور تبدیلی اسی انسان کا کام ہے جو پرلے درجہ کی قدسی قوت رکھتا ہو۔ اُسکی جان ساری دنیا سے زیادہ مزکی اور مطہر ہو۔ ایک طرف ساری آلائشوں اور کدورتوں اور زنگوں سے جو دنیوی علائق اور آلودگیوں کا لازمی نتیجہ ہیں پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا اور دائمی اور وفادارانہ پیوند رکھتا ہو اور دوسری طرف مخلوق کے ساتھ اُنکی صلاح و فلاح کے لیے بے ریا اور بے غرض کامل محبت اور تعلق رکھتا ہو۔ یعنی اس کی دونوں جہتیں پوری درست اور ہر ایک قسم کے رخنہ سے محفوظ ہوں۔ انسان کامل ہو اور اہل زمین کے مصالح اور مفاد سے بھی دلچسپی رکھتا ہو اور آسمانی تعلق اور الٰہی قرب سے کامل حصہ رکھتا ہو۔ ممکن ہے کہ آج کل کے خشک فلاسفر جو آسمان سے قطع تعلق کر کے زمین کے کیڑے بنگئے اور اپنے ہی منصوبوں پر ہر ایک قسم کی قومی ترقی موقوف سمجھتے ہیں اور ہر امر کے لیے یورپ کا اسوہ اور نمونہ چاہتے ہیں اس بات کو تعجب یا استخفاف کی نگہ سے دیکھیں۔ مگر بات اسی طرح ہے اور عنقریب بنفع الموحدین دکھا دیگا کہ حق اور حکمت کس کی

وہی راہ ہے جو پیش کی گئی ہے۔
لیکن یہاں ایک بات بہت تحقیق کے
قابل ہے اور فطرت سلیم میں بے اختیار
یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ لانظیر اطاعت
جو قوم نے دکھائی اور اپنے مالوفات
کو چھوڑ کر اُس راہ کی پوری پیروی کی
جو ہادی نے انہیں دکھائی اور مختلف
راؤں اور مشربوں کے لوگ ایک آواز
پر ایک ہو گئے اور اپنے ارادوں اور
راؤں اور مذہبوں اور مشربوں اور
نفسانی جذبات اور اختلافات کو اُس
کے امر پر قربان کر دیا۔ بجز کامل اور
زندہ ایمان کے اور ایک جان گداز
رعب اور سطوت کے جسکے ساتھ عجیب
خوف اور خشیت ملی ہوئی ہو یہ اطاعت
ناممکن ہے۔ پر کامل ایمان اور زندہ
یقین جس سے انکی پہلی ہستی اور ہوا پر
موت آگئی اور تمام روکیں جو معاصی
اور ذنوب سے پیدا ہوتی ہیں خار و خس
کی طرح جل گئیں کیونکر اور کس راہ سے
اُنہیں حاصل ہوا۔ اس کے اسباب پر
غور کرنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے
کہ امام مفترض الطاعۃ ہادی کامل علیہ
الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں دو
خصوصیتیں تھیں جنکی تحریک اور تاثیر سے
یہ دولت قوم کو ملی۔ **اول** پہلا اور
سچا نمونہ۔ جو تعلیم آپ نے دی اُسپر
چلکر دکھایا۔ قرآن کریم کے اوامر کی
پابندی کامل طرح خود کی اور اُسکی نواہی
سے اجتناب کیا۔ اس بات نے لازما
وہ عظیم الشان فائدے قوم کو پہنچائے
ایک یہ کہ اصحاب کے دلوں میں یہ یقین
شرح صدر سے پایا گیا کہ وہ اوامر و
نواہی ضرور خدا تعالیٰ کی طرف سے
ہیں اور وہ کلام لاریب قادر و مقتدر
خدا کا کلام ہے جس میں وہ مذکور ہیں۔
اس لیے کہ انسان کے جذبات اور
نفس کی بناوٹ ایسی بنائی نہیں گئی
کہ خود تراشیدہ باتوں اور نفس کے
سر جوش کی ایسی کامل پابندی کرے
کہ تنہائی کی گھڑیوں میں اور میدان میں
کبھی بھی بال بھر انحراف اُن کی بجا آوری
سے نہ کرے۔ اور زندگی کے تمام
واقعات میں اس امر کا صاف صاف
ثبوت دے کہ ان احکام کی تعمیل اور
عدم تعمیل کی صورت میں اُسے جان گداز
خوف اور روح افزا اُمید شامل حال
رہتے ہیں۔ اُس عاشق عارف اور
اس امر کو محسوس کرنے والے صحابی کے یہ
شعر پڑھو اور سوچو کہ کس احساس
اور اہتزاز نے اُس کے منہ سے
نکلوائے۔ جب اُس نے رات کے
آخری حصہ میں اتفاق سے اپنے محبوب
و مولیٰ کو مسجد مبارک میں تہجد پڑھتے دیکھا
اور مرسل اللہ کو خدا کے احکام کی
تعمیل میں سرگرم پایا تو کس جوش سے
کہا۔

وفینا رسول اللہ یتلو کتابہ
اذا انشق معروف من الفجر ساطع
یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ
اذا استثقلت بالمشرکین المضاجع
ارانا الھدیٰ بعد العمی فقلوبنا
بہ موقنات ان ما قال واقع

دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ آپ کے اسوۂ حسنہ
کے اتباع کا فوق العادت جوش ان
میں پیدا ہوا۔ درحقیقت اس سے زیادہ
موثر کوئی بات نہیں ہوتی کہ بانی اور مصلح
کی رفتار اور گفتار میں پوری مطابقت
اور مصالحت ہو۔ صحابہ کے چال چلن
کا اور اپنے مولیٰ سے لانظیر عشق کا اور
اپنے عہد بیعت کے کامل ایفا کا جو نمونہ
ہم دیکھتے ہیں۔ وہ کیوں دوسری قوم
میں پایا نہیں جاتا۔ نہ حضرت موسیٰ علیہ
السلام کی قوم نے وہ نمونہ دکھایا بلکہ
کہ وہ بات بات میں بگڑتے اور اپنے
نبی کی مخالفت کرتے تھے اور اکثر کوسنے
بھی لگ جاتے تھے اور نہ ہی حضرت
مسیح کے شاگردوں نے دکھایا جنہوں
نے آخری نازک وقت میں بھی بیوفائی
اور غدر کا ثبوت دیا۔ غرض کیا وجہ ہے
کہ کسی مرشد کے خدام نے ایسا حیرت
انگیز نمونہ کبھی نہیں دکھایا۔ اسکا صاف
صاف جواب یہی ہے کہ قرآن کریم کی
کامل اخلاقی اور تمدنی اور سیاسی تعلیم پر
خود ہمارے ہادی کامل علیہ السلام
نے جیسے خود چلکر اور آگے اپنی
زندگی کی تمام رفتار اور حرکات کا
دستور العمل بنا کر دکھایا اور خدا کی
طرف سے آپکو عمل اور اظہار عمل کے
موقعے بھی میسر آ گئے ویسے کسیکو
اتفاق نہیں ہوا اور آپ کے اخلاق
اور اعمال کے تمام مختلف شعبے جو
بالقوہ آپ کی پاک ذات میں مخفی اور
مرکوز تھے مکی اور مدنی دو متضاد اور
متخالف زمانوں کی تحریکات کیوجہ
سے پوری طرح ظہور میں آ گئے۔ اس
سے آپ میں قوت قدسی اور عقد
ہمت اور تزکیہ اور تطہیر کی طاقت
تمام راست بازوں سے زیادہ پیدا
ہو گئی جو قوم بنانے کے لیے ایک
مصلح میں سب سے زیادہ ضروری
شے ہوتی ہے۔ اور اسی نمونہ اور
اظہار سے قوم میں سچا خلوص اور وفا
داری اور اطاعت پیدا ہوئی۔

دوسری خصوصیت جس سے
زندہ ایمان اور منور یقین دلوں میں پیدا
ہوا قرآن کریم کا اُس صراط مستقیم
کو مخصوصاً اختیار کرنا تھا جسکی سخت
ضرورت اُس کتاب کو تھی جسے ابد تک
زندہ اور مبارک رہنا تھا اور جو خدا
نمائی اور خدا بینی اور گناہ سوزی
اور پاک سازی کا ایک ہی ذریعہ
تھا وہ تھے مقتدر نشان اور قاہر
پیشگوئیاں جو غیب پر مشتمل تھیں جو اپنے
اپنے وقتوں پر بڑے جلال اور
کمال سے پوری ہوئیں۔ تمام قرآن
کریم ان زبردست پیشگوئیوں سے
بھرا ہوا ہے۔ اسوقت محل اور وقت
نہیں کہ اس اجمال کی تفصیل کی جائے
ان پر ہم نے اپنے بہت سے خطبوں
اور تقریروں میں بحث کی ہے۔ خدائے
حکیم علیم کا زندہ اور آخری کتاب میں
اس معجزہ اور خرق عادت کو اختیار کرنا
اور دوسرے تمام ہادی اور مخلوق کے
عمل اور صناعت سے ملتبس اور مشتبہ
ہو جانے والے معجزات کو ترک کر دینا

اس حکمت پر مبنی ہے کہ سچا اور حقیقی علمی معجزہ جو علوم کی گھمسان لڑائی میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ یہی نشان ہیں جو غیبی مقتدرانہ پیشگوئیوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔

علوم و فنون کی اعلیٰ سے اعلیٰ ترقی کا زمانہ اس سے بہتر کوئی خرق العادۃ چیز نہیں پا سکتا کہ جس کے آگے سر تسلیم خم کرے۔ انجیل کیوں ایک تنکے کی طرح علوم جدیدہ کی رَو کے آگے بہہ نکلی اور اُسکا سارا شیرازہ کھل گیا اور کیوں ہندوؤں کا مذہب آج بازیچۂ طفلاں بنگیا اسی لیے کہ اس اصل الذکر کی کتاب نے ایسے معجزات پر اپنے صدق کا مدار رکھا جس سے بڑھکر آج یورپ دکھا رہا ہے اور وہ مادی سطح اور انسانی وسعت کے دائرہ سے اوپر اور باہر نہیں اور ہندو مذہب کا سارا دار و مدار افسانوں اور کہانیوں پر ہے جو علم اور فضل کی روشنی کے مقابل پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ اقتداری پیشگوئیاں جو عظیم الشان غیب پر مشتمل ہوتی ہیں حقیقی معجزات ہیں جنکی مثل لانے پر بشر محض کبھی قادر نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرا کوئی ذریعہ اس پُر حجاب جہان میں نہیں جس سے خدا کی ہستی اور کامل صفات پر ایمان آسکے۔ خدا تعالیٰ کا کامل تصرف اور تدبیر اور تقلیب اور ذرات کائنات کو اپنی مشیت اور ارادہ کے موافق تصریف و تصرف میں رکھنا اور اُسکا صفت تکلم اور سمع اور بصر اور بندوں کے ساتھ تعلق کی صفت سے موصوف ہونا غرض خدا تعالیٰ کی ان صفات پر یقین کبھی حاصل نہیں ہو سکتا جب تک اقتداری پیشگوئیاں سامنے نہ کی جائیں اور پھر وقتوں پر حسب مصالح الٰہیہ پوری نہ ہوں۔ گناہ سوز فطرت جو حرامکاریوں اور بیباکیوں اور گستاخیوں اور رندیوں اور قلاشیوں اور عیاشیوں اور اباحتی چالوں کی زندگی پر موت وارد کر دے کبھی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک خدا کی غیرت پر اور اُسکی حرامکاروں کو بھسم کر دینے والی آگ پر سچا ایمان نہ ہو۔ اور دل بول اُٹھے کہ وہ زندہ اور غیور خدا ہے اور اُسکا غضب مجرموں اور عاصیوں کے حق میں تیز دودھاری تلوار ہے اور یہ ایمان مل نہیں سکتا جب تک اُسکے وجود اور قائم اور قیوم اور حی مقتدر ہونے کا یقین نہ آجائے اور اسکے لیے وہی ذریعہ اقتداری پیشگوئی ہی ہے۔ توریت نے بھی نشان نبی یہی بتایا تھا کہ سچا نبی وہ ہوگا جسکے منہ کی باتیں سچی نکلیں گی۔ اور قرآن حکیم نے تو حقیت کا مدار بالکل ان ہی آیات پر رکھا ہے۔

غرض نفسوں اور خواہشوں کے خلاف ایک تعلیم کا سنا دینا اور اُسپر عمل کرا دینا اور ہزاروں ناپاک عیبوں اور رہزنوں اور کینہ وروں کا راہ سے صاف کر دینا آسان بات نہیں۔ کیسی صاف بات ہے کہ اصل مقصود تو خدا کی کتاب کا وہ اخلاقی تعلیم ہی ہے جسپر انسان کی صلاح و فلاح کا دار و مدار ہے پھر غیب کی قادرانہ پیشگوئیاں کرنا اور اپنے مخالفوں کی ہلاکت اور اپنی نصرت کی ہمیشہ خبر دینا اور اپنی چال اور اُسپر ضروری نصرت اور تائید آسمانی کے مترتب ہونے کی بشارت کے لیے دوسرے منعم علیہم گروہ یعنی نبیوں کی سیرت اور کامیابی کو پیش کرنا جیسا کہ کتاب اللہ ان واقعات سے بھری ہوئی ہے اسکا مطلب کیا ہے۔ بات یہی ہے کہ انسان کی فطرت بغیر انذار اور تبشیر کے کسی کام کے کرنے یا اس سے بچنے کیطرف مائل نہیں ہو سکتی یہ ایک ایسا تقاضا ہے جو خالق فطرت نے انسان کی جبلت میں رکھدیا ہے۔ اسی غرض کے پورا کرنے کے لیے بہت زیادہ حصہ خدا کی حکیم کتاب کا منصور و مؤید نبیوں کے قصص اور مقتدرانہ پیشگوئیوں سے بھرا ہوا ہے جن سطحی خیال کے فیلسوفوں نے پہلے زمانوں میں اور ان کی کورانہ تقلید نے حال کے لوگوں نے معجزات سے انکار کیا ہے انہوں نے خدا کے کلام کی اس پر حکمت نظام میں غور نہیں کی۔ اور سخت نادانی اور دلیری سے کہدیا کہ قرآن کریم میں نہ تو کوئی معجزہ ہے اور نہ کوئی غیب کی پیشگوئی ہے۔ اور زیادہ تر افسوس کی یہ بات ہے کہ وہ اگلی مردہ اور بے برکت کتابوں میں اور قرآن میں کوئی مابہ الامتیاز نہیں بتا سکے۔ مجرد تعلیم پر تو وہ ناز نہیں کر سکتے تھے اسلیے کہ وہ خوب جانتے تھے کہ اخلاقی تعلیم کے متفرق اجزا لامعلوم قدامت کے صحیفوں میں پہلے ہی موجود ہیں۔ انسان کی سطح سے بالاتر ہونے اور آسمانی ہونے کے ایک ہی قطعی دلیل تھی اقتداری پیشگوئی۔ جو علوم غیب پر مشتمل ہو اُسکا انہوں نے انکار کر دیا۔ ایک ظالم نے یہاں تک کہدیا کہ الٓمّٓ غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین میں کوئی پیشگوئی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پارسی اور رومی طاقتوں کی قوت کا اندازہ کر کے پولیٹیشنوں کیسی اٹکل سے یہ بات کہدی۔ کاش وہ سمجھ کر قرآن کریم کے الفاظ میں غور کرتا۔

(اسپر دیکھو ہمارا مضمون الحکم قرآن کریم کی پیشگوئیوں کی حقیقت پر نمبر ۲۰ و ۲۱ و ۲۳ اپریل)

غرض یہی سچے معجزات ہیں جنپر عقل کا، سائنس کا اور قانون قدرت کا کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور یہی ذریعے ہیں جن سے انسان گناہوں کی ناپاک زندگی سے نکل کر خدا تعالیٰ کے ساتھ ایمان کی پاک زندگی کے زیور سے آراستہ ہو سکتا ہے۔

حاصل کلام خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مذہبی تعلیم سے

اور ان مقتدر ہتھیاروں کے استعمال سے ایک قوم بنائی جو تین صدیوں تک صراط مستقیم پر رہی اور آخر قانون قدرت کے مقتضا سے طبعی طور پر انقلاب آیا۔ پہلے مذہب اور اخلاق میں پھر لازماً حکومت اور سیاست میں خوفناک تغیر پیدا ہوا اور آج یہ حال ہے جسے ہم دیکھ رہے ہیں اور اب علیگڑھ سکول اور ندوہ کوشش کر رہے ہیں کہ اسکی وہی صورت و شکل بنا دیں جو پہلے تھی۔ مگر خدا کے لیے ان سکولوں کے انصار اور مویدین غور کریں کہ کیا وہ ان ہی پگڈنڈیوں پر قدم مار رہے ہیں جنپر اس قوم کے پہلے بانی نے مارا۔ اور ان کے ہاتھوں میں وہ ذریعے اور ہتھیار ہیں جنکی ترغیب و ترہیب سے قوم کو اس تعلیم پر مجبور یا مائل کر دیں جسے وہ چھوڑ بیٹھے ہیں۔ یہ تو مسلم بات ہے اور اس کے ثبوت میں دلائل لانے کی کوئی ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کی تباہی حد سے نکل گئی ہے اور اب پھر یہ اسی آگ کے گڑھے کے کنارہ پر کھڑے ہو گئے ہیں جس سے ایک مبارک اور مقدس ہاتھ نے انہیں پہلے چھڑایا تھا۔ وہی اختلاف۔ وہی نزاعیں اور وہی سچ ہوا بالکل نکل چکی ہے۔ ایمان اور مذہب اور عصبیت جو ایک ہی روح رواں اور نسیم ان میں تھا وہ بھی ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔ وہی عیاشی اور فسق و فجور۔ شراب خوری۔ قمار بازی اور کاہلی انہیں آ گھیری ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی عظمت۔ قرآن کی عزت اور خود خدا تعالے کی جبروت اور دھشت دلوں سے اٹھ گئی ہے ان باتوں کی تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ دل سے یا زبان سے بولنے والے سب کے سب وہ عیوب بیان کرتے ہیں جو فی الواقع ہیں اور اس قوم میں پیدا ہو جاتے ہیں جو خدا کی حجت نیرہ کے ہوتے ہوئے اس کے خلاف چلنے سے خدا کی نظروں سے گر جاتے ہیں۔ ایجوکیشنل کانفرنس نے بڑی کامیابی حاصل کر لی سینکڑوں نہیں ہزاروں کو بی اے ایم اے بنا لیا۔ ڈپٹی کلکٹر اور اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنا لیا۔ اور اسکی خواہش اور دلی آرزو کے موافق قوم نیم یورپین بھی بن گئی اس لیے کہ پورے یورپین بن جانے سے تو وہ بھی ادیس پین اور پیر بابا تو سرے سے مدت ہوئی جنازہ بھی پڑھ چکے تھے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا وہ امید کرتے ہیں اور ایسی امید کرنے کے وجوہ ان کے پاس ہیں کہ وہ وہ قوم بن جائیں گے جسکے بنانے کے لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے اور اس کے لیے وہ تدابیر اختیار کی گئیں جو اوپر ذکر ہو چکی ہیں۔ اس قوم کو یا قوموں کو مسلمانوں کے لیے اسوہ قرار دینا اور رات دن انہی کی باتوں اور فعلوں کو ان کی آنکھوں کے سامنے مزین کرنا جنکی نگاہ زمین کے سطح تک محدود و مقصور ہے اور مادی لذت اور عیش اور بطن اور فرج کی شہوتوں کے دائرہ سے انکی ہمت باہر نہیں جاتی اور آسمان کیطرف کبھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے سراسر غلطی ہے مسلمانوں کو یہ سکھایا گیا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں اور ان مادہ پرست قوموں کی غائت نظر یہ ہے ان ھی الا حیوتنا الدنیا نموت ونحیا وما نحن بمبعوثین۔ انکی راتدن کی کوشش ان کے صنائع۔ انکی ملک گیری کے منصوبے اور کارروائیاں سب سے اصل غرض یہی ہے کہ رذیل اور سفلہ خواہشیں پوری ہوں۔ اگرچہ لوگ انمیں ایسے بھی ہیں جو ملک گیری اور صنائع کے مشغلوں میں مبتلا لوگوں سے ذرا اونچا قدم اٹھاتے اور کہلاتے ہیں کہ وہ آسمانی زندگی بسر کرتے ہیں تو وہ بدقسمتی سے ایک مردہ انسان کی خدائی پر قانع کیے بیٹھے ہیں۔ بڑا زور دیا جا رہا ہے ہائی ایجوکیشن پر اور کیا کچھ اسکی خاطر کیا جا رہا ہے۔ بہت خوب اس کی ضرورت تھی اور واقعی ضرورت ہے مگر کیا یہ حق نہیں کہ ایکطرف سے بالکل ذہول ہو گیا ہے یا دانستہ یا اضطراراً پہلو تہی کیا گیا ہے۔ ان مجلسوں نے سب سے پہلے اس اصل کو ضروری سمجھا ہے اور اسپر ایسا قوی ایمان رکھتے ہیں جیسا راستباز خدا کے کلام پر کہ کسی کے ذاتی افعال سے تعرض نہ ہو۔ شرائع حقہ کی پابندی صوم و صلوۃ کا التزام۔ فسق و فجور سے اجتناب تقوی و طہارت اور تعظیم شعائر اللہ کو اختیار کرنا مجالسوں اور کانفرسوں میں ان باتوں کا ذکر حرام ہے۔ جسموں اور قالبوں کا اجتماع ایک مکان میں ہو اور ضرور ہو روحیں خواہ کیسے ہی مختلف درجہ اور نوع کے میلان اور جذبات ہوں۔ ایک بیباک زناکار ایک رزولیوشن پیش کرے اور دوسرا آب آتشیں سے مست ہوا ہوا خواہ اسوقت اس کے منہ سے نجاست کی بدبو آتی ہو اور پاؤں مرکز پر ٹھہر نہ سکتے ہوں اسکی تائید کر دے ایک ایسا شخص جو اسلام کی سچائی اور پابندی سے کوئی نسبت نہ رکھتا ہو۔ مادی خیال کا آدمی ہو۔ وہ یہ ہو کوئی ہو نام ہو مسلمانوں کا سادہ مجلس کا صدر بنجائے شرط یہ ہے کہ کلب من کلاب الدنیا ضرور ہو اور جیفہ دنیا سے اسے کافی حصہ ملا ہوا ہو۔ میں پوچھتا ہوں اور ہر خدا ترس حق پرست کے دل میں ضرور یہ سوال پیدا ہونا چاہیے کہ کیا اس قوم کا آغاز اور ابتدا ایسے ہی بانیوں اور مقدسوں اور مویدوں اور ناصروں سے ہوئی ہے۔ اور کیا یہی فلاح و صلاح کے اسباب اختیار کیے گئے ہیں۔ اور سب سے زیادہ ضروری بات جو مدار ہے تمام کامیابیوں کی اتفاق اور وحدت ہے۔ اس کا اثر کوئی وجود نہیں اور نہ اس کے اشتراط و آثار پائے